

سرکاری رپورٹ (مباحثات)

پچاس واں اجلاس

بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ 24 مارچ 2018ء بروز ہفتہ بمطابق 06 رجب المرجب 1439 ہجری۔

صفحہ نمبر	مندرجات	نمبر شمار
03	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	1
04	دُعائے مغفرت۔	2
04	رخصت کی درخواستیں۔	3
11	تحریک التوا نمبر 4 منجانب: جناب رحمت صالح بلوچ، رکن اسمبلی۔	4
14	مشترکہ آئینی قرارداد منجانب: میر سرفراز احمد گیلٹی، شیخ جعفر خان مندوخیل، جناب طاہر محمود خان، سید محمد رضا، جناب عبدالرحیم زیارتوال، ڈاکٹر عبدالملک بلوچ، جناب رحمت صالح بلوچ اور ڈاکٹر شیخ اسحاق صاحبہ، اراکین اسمبلی۔	5
27	مشترکہ قرارداد نمبر 111 منجانب: میر سرفراز احمد گیلٹی، میر عاصم کرگلیو، سید محمد رضا، جناب عبدالرحیم زیارتوال، ڈاکٹر عبدالملک بلوچ، سردار عبدالرحمن کھیزان، ڈاکٹر شیخ اسحاق، محترمہ یاسمین اہڑی، محترمہ معصومہ حیات، محترمہ سپوزمنٹی اچکزئی اور محترمہ عارفہ صدیق، اراکین اسمبلی۔	6
48	مشترکہ قرارداد نمبر 112 منجانب: میر سرفراز احمد گیلٹی، سید محمد رضا، جناب عبدالرحیم زیارتوال، ڈاکٹر عبدالملک بلوچ، سردار عبدالرحمن کھیزان، ڈاکٹر شیخ اسحاق بلوچ، محترمہ یاسمین اہڑی، محترمہ اسپوزمنٹی اچکزئی، محترمہ معصومہ حیات اور محترمہ عارفہ صدیق، اراکین اسمبلی۔	7
61	مشترکہ قرارداد نمبر 113 منجانب: جناب طاہر محمود خان، اور شیخ اسحاق بلوچ صاحبہ، اراکین اسمبلی۔	8
66	مشترکہ قرارداد نمبر 114 منجانب: محترمہ رحمت جمالی صاحبہ اور حاجی محمد خان اہڑی صاحب، اراکین اسمبلی۔	9

ایوان کے عہدیدار

اسپیکر----- میڈم راحیلہ حمید خان ڈرانی
ڈپٹی اسپیکر----- میر عبدالقدوس بزنجو

ایوان کے افسران

سیکرٹری اسمبلی----- جناب شمس الدین
ایڈیشنل سیکرٹری (قانون سازی)۔۔ جناب عبدالرحمن
چیف رپورٹر----- جناب مقبول احمد شاہوانی



بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 24 مارچ 2018ء بروز ہفتہ بمطابق 06 رجب المرجب 1439 ہجری، بوقت سہ پہر 03 بجکر 55 منٹ پریزیدنٹ میڈم راحیلہ حمید خان درانی، اسپیکر، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔
میڈم اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ﴿٢٤﴾ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمُهَيَّدُونَ ﴿٢٥﴾
وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٢٦﴾ فَفِرُّوْا إِلَى اللّٰهِ ط إِنِّي لَكُمْ مِّنْهُ
نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢٧﴾ وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللّٰهِ إِلَهًا آخَرَ ط إِنِّي لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢٨﴾

﴿پارہ نمبر ۲۷ سُورۃ النّار آیات نمبر ۲۷ تا ۵۱﴾

ترجمہ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - اور بنایا ہم نے آسمان ہاتھ کے بل سے اور ہم کو سب مقدور ہے۔ اور زمین کو بچھایا ہم نے سو کیا خوب بچھانا جانتے ہیں ہم۔ اور ہر چیز کے بنائے ہم نے جوڑے تاکہ تم دھیان کرو۔ سو بھاگو اللہ کی طرف میں تم کو اس کی طرف سے ڈر سنا تا ہوں کھول کر۔ اور مت ٹھہراؤ اللہ کے ساتھ اور کسی کو معبود میں تم کو اس کی طرف سے ڈر سنا تا ہوں کھول کر۔ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ۔

میڈم اسپیکر: جزاک اللہ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

میر جان محمد خان جمالی: میڈم اسپیکر!

میڈم اسپیکر: جی جان جمالی صاحب۔

میر جان محمد خان جمالی: میڈم! فضل حق میر صاحب educationist کل وفات کر گئے ہیں اُن کیلئے خصوصی دعائے مغفرت کرانی ہے۔

میڈم اسپیکر: جی شاہدہ رؤف صاحبہ۔

محترمہ شاہدہ رؤف: جو جمالی صاحب نے کہا ہم اس پر تعزیتی قرارداد لے کے آنا چاہ رہے تھے لیکن آپ کے آفس کی طرف سے ہمیں کہا گیا ہے کہ آج سرکاری کارروائی کا دن ہے، تو انشاء اللہ 27 مارچ کو ہم یہ باقاعدہ طور پر پیش کریں گے۔

میر محمد عاصم کردگیلو: ارباب نواز کاسی بھی وفات پا گئے ہیں، اُن کیلئے بھی دعائے مغفرت کرنی چاہیے۔

(اس مرحلے میں مرحومین کیلئے دعائے مغفرت کی گئی)

میڈم اسپیکر: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ چونکہ آج ہفتے کا دن ہے لہذا اسمبلی قواعد و انضباط کار 1974ء کے

قاعدہ نمبر A-33 کے تحت آج وقفہ سوالات نہیں ہوگا۔ سیکرٹری صاحب! رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

جناب شمس الدین (سیکرٹری اسمبلی): ڈاکٹر عبدالملک بلوچ صاحب نے بذریعہ فون کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

میڈم اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: نوابزادہ طارق مگسی صاحب نے بذریعہ فون نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

میڈم اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: انجینئر زمرک خان اچکزئی صاحب نے بذریعہ فون کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج تا 30 مارچ کی نشستوں سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

میڈم اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: میر مجیب الرحمن محمد حسنی صاحب نے بذریعہ فون نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

میڈم اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔
سیکرٹری اسمبلی: سردار رضا محمد بڑیچ صاحب نے بذریعہ فون نجی مصروفیات کی بنا آج اور 27 مارچ کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

میڈم اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔
سیکرٹری اسمبلی: نوابزادہ ظفر اللہ زہری صاحب نے کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

میڈم اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔
جی سردار اسلم بزنجو صاحب آپ بات کرنا چاہتے تھے؟

سردار محمد اسلم بزنجو: میڈم! دو تین دن پہلے اخبارات میں آیا تھا ہمارے معزز منسٹر کریم نوشیر وانی صاحب کا ایک بیان آیا تھا کہ جی ایکسائز کی جتنی پوسٹیں ہیں وہ ڈی جی نے فروخت کر دیئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ جب منسٹر ہی یہ بولتا ہے تو اس کیلئے ایک تحقیقاتی کمیٹی بنائیں اس پر انکوائری ہو جائے جب خود وہ بول رہا ہے کہ جی ہمارے ڈی جی نے یہ کیا ہے۔ ابھی تو گورنمنٹ کی طرف سے خاموشی ہے یہ بہت اہم مسئلہ ہے میں سمجھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب تشریف رکھتے ہیں اس کیلئے خصوصی کمیٹی تشکیل دیں، اسکی چھان بین کی جائے کہ اصل مسئلہ کیا ہے میڈم اسپیکر! میں نے پہلے آپ سے گزارش کی تھی میرا مائیک جب سے میں ادھر آیا ہوں، خراب ہے۔

میڈم اسپیکر: جی! ہم تو مسلسل، جتنے بھی جہاں بھی repairs ہوتے ہیں۔ سی ایم صاحب! ہم نے اسکی جو feasibility تھی اور جو پی سی ون تھا ہم پی اینڈ ڈی میں جمع کروا چکے ہیں۔ آپ سے request ہے کہ ہماری اسمبلی میں، جو ہم سب خود ہی بیٹھتے ہیں۔ اور ہم اپنے لئے اگر یہ پراجیکٹ approve کروادیں کیونکہ یہ ہمارے پچھلے سال سے pending میں ہے پی اینڈ ڈی کے۔ یہ ہمارے جو جتنے بھی اسکے سارے repairs اور ساری چیزیں تھیں اور ہم نے بڑا نیا جو سیٹ اپ ہے، وہ دیا تھا اس ہال کیلئے۔ تو یہ پچھلے دو سالوں سے یہ approve نہیں ہو رہا ہے ہمارا پی اینڈ ڈی سے۔ سردار صاحب! میں سمجھ رہی تھی کہ شاید آپ رخصت کی درخواست پر بات کر رہے ہیں کوئی۔ تو میں یہ point of orders کیونکہ ہم اس وقت نہیں لے رہے ہیں۔ میں صرف یہ ہماری دو تحریک التوا ہیں یہ لے کے پھر اُسکے بعد میں آپ کو موقع دیتی ہوں۔ تاکہ تفصیلی بات ہو جائے اس پر۔

تحریک التوا نمبر 2 جو مورخہ 17 مارچ 2018ء کی نشست میں مشترکہ التوا نمبر 2 جو کہ مورخہ 20 مارچ 2018 کی نشست میں بحث کیلئے باضابطہ قرار دی گئی تھی تاہم عدم کورم کے باعث اجلاس کی کارروائی ملتوی کر دی

گئی۔ چونکہ یہ مسئلہ اب عدالت میں cases نمبر CRQ کریمنل کیس 18-80 اور CRQ نمبر 18-79 ایاز جوگیزئی صاحب V/S اسٹیٹ کے زیرتحت زیر سماعت ہے۔ اور مورخہ 26 مارچ 2018ء سماعت کیلئے fix ہوئی ہے۔ قواعد و انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 73 اور 192 (الف) کے تحت جو معاملہ عدالت کے زیر سماعت ہو، اس پر اسمبلی میں بحث نہیں کی جاسکتی۔ لہذا تحریک التوا نمبر 2 کو نمٹایا جاتا ہے۔۔۔ (مداخلت) بابت صاحب! ایک منٹ۔ پھر آپ کو موقع دیتی ہوں۔ آپ کو میں نے اجازت نہیں دی ہے۔ آپ کے پارلیمانی لیڈر بول رہے ہیں۔ پھر آپ کو موقع دیتی ہوں۔ جی زیارتوال صاحب۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (قائد حزب اختلاف): ایسا ہے، تین چار FIR's ہیں۔ جن میں نواب صاحب کا نام ہے اور کچھ ایسے ہیں کہ اُس میں مختلف لوگوں کے نام ہیں۔

میڈم اسپیکر: جی ہاں۔

قائد حزب اختلاف: اب نواب صاحب اپنے لئے جو کچھ اُس نے کیا ہے، گیا ہے کورٹ۔ باقی لوگوں نے اب تک کچھ نہیں کیا ہے۔ اور ہم انتظار کر رہے ہیں۔ سی ایم صاحب کا سی ایم صاحب ابھی آگئے ہیں۔ بیٹھ گئے ہیں۔ تو اس موضوع پر اُن کیساتھ وہ کریں گے، آپ فی الحال اسکو ایسے ہی چھوڑ دیں۔ ہم اُن کیساتھ بات کر کے اس معاملے کی اس تک جانا چاہتے ہیں۔ اور اس کو ختم کروانا چاہتے ہیں۔ تو سی ایم صاحب آگئے ہیں۔

میڈم اسپیکر: میں نے تحریک التوا پر اپنی رولنگ دی ہے کیونکہ، چاہے بیشک آپ کی ہو یا اُسکی ہو، matter ایک ہی ہے۔ اُس میں یہ بھی discuss ہوگا کہ کس کس کے خلاف کھڑی ہوئی ہے۔ تو سب subjudice جب ہو جاتا ہے۔۔۔ (مداخلت) میں سرفراز بگٹی صاحب کو موقع دیتی ہوں۔

قائد حزب اختلاف: میڈم! ایسا ہے ایک FIR ثوب میں کٹی ہے، اُس میں نواب صاحب کا نام نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ایک FIR خانوزئی میں کٹی ہے اُس میں نواب صاحب کا نام نہیں ہے۔ تین چار FIR's ہیں، جس میں نواب صاحب کا نام ہے۔ وہ اپنی جگہ پر لیکن باقی FIR's میں ان کا نام نہیں ہے۔ جب اُن کا نام نہیں ہے مضمون یا subject، اس حوالے سے انہی جلسوں پر ہے وہ اپنی جگہ پر۔ بات یہ کرنا چاہ رہے ہیں کہ اس کو ابھی آپ رولنگ نہ دیں اس کو pending میں رکھیں۔ سی ایم صاحب آگئے ہیں۔ ہوم منسٹر صاحب کے ساتھ میں نے بات کی تھی۔ ہم اس پر بیٹھ جائیں گے اس کو کہیں تک پہنچادیں گے۔

میڈم اسپیکر: جی سرفراز بگٹی صاحب آپ اس پر کچھ بولیں گے۔

میر سرفراز احمد بگٹی (وزیر داخلہ و قبائلی امور): میڈم اسپیکر صاحبہ!۔۔۔ (مداخلت) بابت لالا آپ پلیز آپ اسپیکر

کو address کریں۔

میڈم اسپیکر: بابت صاحب! پلیز آپ ایک دفعہ اُنکا point of view سننے دیں۔ آپ متاثرین میں نہیں ہیں۔ آپ کی بات آگئی ہے۔۔۔ (مداخلت۔ مائیک بند) لیکن آپ کی قرارداد صرف آپ کے حوالے سے آئی تھی۔ بابت صاحب! آپ پلیز بغیر اجازت کے بولتے جا رہے ہیں۔ پلیز تشریف رکھیں۔ جی سرفراز بگٹی صاحب۔ وزیر داخلہ و قبائلی امور: میڈم اسپیکر! آپ کا شکریہ۔ دیکھیں یہاں تک یہ بات درست ہے کہ زیارتوال صاحب کے ساتھ اُس پر بڑی detailed discussion ہوئی تھی۔ اور اُس discussion میں یہ طے ہوا تھا کہ جب، آنر ایبل چیف منسٹر اپنا visit مکمل کر کے واپس آ جائیں گے۔ تو ہم اس پر بیٹھ کے deliberation کیساتھ بیٹھیں گے۔ اور اس مسئلے کا کوئی حل نکالیں گے۔ اب جہاں تک رہی بات کہ اُس وقت یہ معاملہ سب subjudicial نہیں تھا۔ اب معاملہ جیسے آپ نے فرمایا ہے کہ subjudicial ہو گیا ہے۔ جو آپ کے روز کہتے ہیں، آپ روز کے تحت چلائیں۔ اور ہم زیارتوال صاحب کیساتھ اس اجلاس کے بعد ایک دفعہ نہیں سو دفعہ بیٹھنے کیلئے تیار ہیں۔ ہم اُنکے ساتھ discussion کریں گے۔ کہ ہم نے کوئی غیر آئینی کام نہیں کیا ہے آئین کے مطابق وہ FIR's ہوئی ہیں۔ اُس پر بھی ہم اپوزیشن کیساتھ بیٹھنے کیلئے تیار ہیں۔ لیکن ایوان میں اب اس پر بحث نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ یہ معاملہ سب subjudicial ہے۔

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے۔ میں اپنی رولنگ دے چکی ہوں۔۔۔ (مداخلت) بابت صاحب! آپ بار بار بغیر اجازت کے آپ بحث کر رہے ہیں، کھڑے ہو رہے ہیں، پلیز، آپ بغیر اجازت کے نہ بولیں۔ mic is not with you. (مداخلت۔ مائیک بند) پلیز یہ بات آپ اُس دن پوری detail میں کر چکے ہیں۔ ابھی آپ تشریف رکھیں۔ ابھی اس پر بات نہیں ہو سکتی ہے۔ matter is the same. کسی بھی حصے میں، آپ اپنا rule پڑھیں۔ کسی بھی حصے کے حوالے سے اگر subjudice ہے آپ پلیز contempt of the court نہیں کریں۔

وزیر داخلہ و قبائلی امور: میڈم اسپیکر! The Government is ready to discuss this issue. لیکن کیونکہ اب آپ کے روز اجازت نہیں دیتے ہیں۔ تو ہم اس پر آپ کی رولنگ کے برعکس۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ دو گھنٹے نہیں اس پر چھ گھنٹے بحث کر لیں۔ we will proof کہ ہم نے کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے جو غیر آئینی ہو۔

میڈم اسپیکر: زیارتوال صاحب کی تجویز مناسب ہے۔ میں اپنی رولنگ دے چکی ہوں۔ زیارتوال صاحب

اور آپ گورنمنٹ میں، آپ نے پہلے بھی بڑے openly کہا کہ آپ بحث کے لئے تیار ہیں۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ زیارتوال صاحب اور آپ لوگ بیٹھ جائیں، آپ بیٹھ جائیں آپس میں اور جس طرح سے آپ لوگوں کی بات ہوئی تھی۔ جو بھی آپ ہمارے members respectable ہیں ان کے جو concerns ہیں، آپ اُنکے ساتھ بیٹھ کر دیکھ لیں، ٹھیک ہے۔ thank you۔ جی نصر اللہ زیرے صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: میڈم اسپیکر! آپ کی اجازت سے، ایسا ہے کہ منسٹر صاحب نے کہا کہ ہم نے کوئی غیر آئینی کام نہیں کیا ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنے stance پر کھڑے ہیں۔ تو یہ اچھی بات نہیں ہے اس لئے کہ ایک سیاسی پارٹیوں کے، اُن کے رہنماؤں کے خلاف FIR کرنا، منتخب ممبران کے خلاف ایف آئی آر کرنا۔ یہ ابھی اُنہوں نے کونسی وہاں غیر آئینی بات کی ہے؟ ایک سیاسی جلسہ تھا۔ سیاسی جلسے میں یہ بھی بات کرتے، باقی لوگ بھی بات کرتے۔ اُنہوں نے ایک مظلومیت کی بات کی ہے۔ پشتونوں پر جو ظلم ہو رہا ہے اُنکے حوالے سے بات کی ہے۔ اس میں آئین سے متصادم وہ کونسا سا پیرا شامل ہے کہ اُنہوں نے جا کر کے FIR chalk کی ہے۔ یہ بڑی بات ہے۔ یہ تو آمریت کی یاد دلاتی ہے۔ یہ تو ایک عوام کی حکومت ہے۔

میڈم اسپیکر: نصر اللہ زیرے صاحب! آپ کا point آ گیا ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: یہاں تین ممبران بیٹھے ہوئے ہیں۔ کل یہ جا کر کے دوسرے MPA's کے خلاف بھی ایف آئی آر کریں گے۔ تو یہ ٹھیک بات نہیں ہے۔

میڈم اسپیکر: جی ٹھیک ہے آپ کا point آ گیا ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: یہ ذرا منسٹر صاحب اپنے الفاظ کو دوبارہ اس پر وہ کریں۔

میڈم اسپیکر: منسٹر کہہ رہے ہیں کہ ”میں آپ لوگوں کے ساتھ بیٹھوں گا“، دیکھیں! آپ کسی کے الفاظ کو کنٹرول نہیں کریں۔ ہر ایک ممبر کو حق حاصل ہے کہ وہ کس طرح بات کرتا ہے، کیا کرتا ہے۔ یہ ابھی اگر آپ یہ بھی کہیں کہ وہ آپ کی مرضی سے الفاظ ادا کریں، تو یہ مناسب نہیں ہے۔ جی ڈاکٹر حامد اچکزئی صاحب۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: Thank you very much. کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ ہم ایک ایسے

اچھنے میں پڑے ہیں کہ نہ تو وہ تنظیم سیاسی ہے، نہ اُسکا سیاست سے کوئی تعلق ہے۔ نہ وہ banned organization ہے۔ کالعدم نہیں ہے اور وہ پرائم منسٹر اور اُنکی ٹیم سے ملاقات کر کے آئی ہے۔ اُنکے جو مطالبات ہیں، کہ ہمیں امن دو۔ جو ہمارے لوگ اٹھا کے لے گئے ہیں، چھ ہزار لوگ، اُن کو چھوڑ دو۔ اُس میں گورنمنٹ مان گئی ہے۔ ساڑھے تین سو چھوڑ دیئے ہیں۔ باقی بھی چھوڑ دیں گے۔ تیسرا اُسکا مطالبہ ہے کہ راول انور جس نے

ماورائے عدالت سینکڑوں قتل کیے ہیں۔ نقیب اللہ کوشہید کیا ہے۔ اُسکو گرفتار کرو۔ وہ بھی گورنمنٹ نے مان لی ہے۔ اب آپ سوشل میڈیا پر دیکھیں X۔۔۔ (مداخلت) ایک منٹ، نہیں نہیں میں defend نہیں کر رہا ہوں۔ وزیر داخلہ و قبائلی امور: مجھے answer کیلئے اجازت نہیں دو گی آپ؟ This is floor of the house. یہاں پر جو باتیں ہو رہی ہیں تو مجھے جواب دینے کا بھی حق ہے کہ انہوں نے آ کے یہاں جو۔۔۔

(مداخلت۔ شور)

میڈم اسپیکر: نہیں، یہ جو ڈاکٹر صاحب آپ بحث شروع کر چکے ہیں۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: ایک منٹ میں ایک sentence میں ختم کرتا ہوں۔

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے جی last please۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: ایک sentence میں ختم کرتا ہوں، چوتھا ڈیمانڈ اُس کا یہ ہے کہ ہمارے

pickets پر جو عورتوں اور بچوں کو XX کر کے یہ ہو رہا ہے۔۔۔ (مداخلت)

میڈم اسپیکر: please غیر پارلیمانی الفاظ حذف کیے جائیں۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: ہاں! وہ واقعی کر رہے ہیں وہ نہیں کیا جائے۔

وزیر داخلہ و قبائلی امور: please یہ غیر پارلیمانی الفاظ حذف کرائیں۔

میڈم اسپیکر: غیر پارلیمانی الفاظ بھی حذف ہو گئے ہیں۔ اور ڈاکٹر صاحب! تشریف رکھیں please اب

مزید میں اجازت نہیں دوں گی۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: اس میں وہ کوئی غیر قانونی اگر کسی نے بات کی ہے۔

میڈم اسپیکر: نہیں آپ باقاعدہ بحث کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: اور ہم گئے ہیں اُن کے جائز مطالبات کو سنا۔ اور کوئی ایسی بات اس میں نہیں ہے۔

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب! آپ کا point آ گیا ہے۔ پہلے بھی، اُس دن بھی آیا ہے، آج بھی

آپ کو موقع دیا ہے please آپ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: Thank you very much. اگر کوئی غیر قانونی بات کسی نے کی ہے

I am sorry اُنہوں بھی یہ نہیں کہا ہے۔ یہ میرے منہ سے slip ہو گیا۔ اور بھی کوئی ایسی غیر قانونی بات انہوں

نے نہیں کی ہے۔ کوئی بھی غیر قانونی غیر انسانی بات انہوں نے نہیں کی ہے۔ ہم نے اُن کو سنا ہے۔ ہم اُسکے پارٹی کے

- نہیں ہیں۔ ہم نے اُس پارٹی میں join نہیں کیا ہے۔
- میڈم اسپیکر: بس ٹھیک ہے آپ نے کہا کہ آخری جملہ ہے۔ جی سردار کھیترا صاحب! آپ اسی پر بات کر رہے ہیں۔ کیونکہ یہ conclude ہو چکا ہے اس پر رولنگ آگئی ہے۔
- سردار عبدالرحمن کھیترا: نہیں نہیں، میں اس پر کوئی بات نہیں کرنا چاہ رہا ہوں۔ دو گزارشیں ہیں میری۔ ایک تو میرا پارلیمانی لیڈر حضرت مولانا واسع اب ادھر تشریف رکھتے ہیں، نواب ثناء اللہ کی سیٹ اُنکے پاس ہے۔ ساتھ والی سیٹ پر۔ تو میری request ہے کہ مجھے ادھر بھیج دیں۔
- میڈم اسپیکر: یہ معاملے چیمبر کے ہیں، اگر آپ! کیونکہ چیمبر میں آپ میرے پاس تشریف لے آئیں۔
- سردار عبدالرحمن کھیترا: میڈم اسپیکر! دوسری گزارش یہ ہے کہ یہ بازگشت ایف آئی آر کی آرہی ہے۔ میڈم اسپیکر! یہ مکافات عمل ہے۔
- میڈم اسپیکر: آپ نے بھی کہا کہ میں بات نہیں کرونگا۔
- سردار عبدالرحمن کھیترا: نہیں، میں اپنا رونا رورہا ہوں اُنکی بات نہیں کر رہا ہوں۔
- میڈم اسپیکر: نہیں تو اس پر بحث نہیں ہوگی ابھی۔
- سردار عبدالرحمن کھیترا: میڈم اسپیکر! میں بحث نہیں کر رہا ہوں میں تھوڑی سی memory recall کر رہا ہوں۔
- میڈم اسپیکر: جی۔
- سردار عبدالرحمن کھیترا: ایک منٹ، گزارش یہ ہے کہ میں 11 مئی کو الیکشن لڑنے کے منتخب ہوا۔
- میڈم اسپیکر: جی۔
- سردار عبدالرحمن کھیترا: میرے documents والی گاڑیاں آج تک کسی نے آواز اٹھائی۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ مکافات عمل ہے ان کو بھی برداشت کرنا چاہیے۔ ایف آئی آر یا تو یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں کو سپورٹ کرنا چاہیے تھا کہ کیوں میرے گھر پر raids ہوئے۔ کیوں میرے گھر کی بے عزتی ہوئی۔ کیا وہ چادر اور چادر یواری نہیں تھی؟ تو یہ مکافات عمل ہے میڈم اسپیکر۔
- میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے سردار صاحب آپ کا point آگیا۔ ٹھیک ہے، جی، thank you۔
- جی آغا رضا صاحب، منسٹرا۔
- آغا سید محمد رضا (وزیر قانون و پارلیمانی امور): جی، یہ قائمہ کمیٹیوں کے حوالے سے ہے۔ تحریک زیر قاعدہ

180، قواعد و انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء۔ میں تحریک زیر قاعدہ 180 قواعد و انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے ذریعے ایوان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ چونکہ حال ہی میں صوبائی حکومت کی تبدیلی کے نتیجے میں نئی صوبائی کابینہ وجود میں آچکی ہے۔ اور ہمارے اسمبلی کے بہت سے مجالس قائمہ کے چیئرمین صوبائی کابینہ کا حصہ ہیں۔ میں خود حصہ تھا، میں نے resignation دے دیا ہوا ہے۔

میڈم اسپیکر: سی ایم صاحب! یہ بہت important ہے جی آغا صاحب! آپ پہلے پڑھ لیں پلیز۔

وزیر محکمہ قانون و پارلیمانی امور: جی واضح رہے کہ صوبائی وزیر، مشیر کا مجالس قائمہ کا چیئرمین بننا پارلیمانی روایات کے بالکل برعکس ہے۔ لہذا میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ بلوچستان صوبائی اسمبلی کی مجالس قائمہ کے چیئرمین جو کہ کابینہ کا حصہ ہیں، انہیں فوری طور پر متعلقہ مجالس کے چیئرمین کے عہدہ سے فارغ کیا جائے۔ اور قواعد کے تحت متعلقہ مجالس اپنے نئے چیئرمین کا انتخاب عمل میں لائیں۔ اس سلسلے میں already میں نے کہا کہ میں نے خود یہ مثال قائم کی ہے۔ اگرچہ اس میں کوئی واضح رول نہیں ہے لیکن روایات کے لئے۔۔۔

میڈم اسپیکر: آ رہا ہے رول۔ یہ آچکا ہے، باقی تمام اسمبلیوں میں ہیں، ہماری اسمبلی کا رول آ رہا ہے جی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: thank you

میڈم اسپیکر: آیا تحریک جو ہمارے وزیر قانون نے پیش کی ہے، اُس کو منظور کیا جائے؟ چونکہ قرارداد کو ایوان کی، یہ جو تحریک ہے اس کو اکثریت کی حمایت حاصل ہوئی ہے، لہذا مجالس کے چیئرمین جو کہ صوبائی کابینہ کا حصہ ہے، وہ اس تحریک کے، جو منظور ہوئی ہے، اُس کے تحت فارغ قرار دیا جاتا ہے۔ ابھی میں point of order نہیں لوں گی آپ please مجھے ایجنڈے کو چلانے دیں اُسکے بعد جب یہ ہو جائے گا، دو تجارتی التوا ہیں، پھر میں آپ کو موقع دوں گی۔ جناب رحمت صالح بلوچ صاحب! آپ اپنی تحریک التوا نمبر 4 پیش کریں۔

میر رحمت علی صالح بلوچ: Thank you Madam Speaker. میں اسمبلی قواعد و انضباط کار

مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 70 کے تحت ذیل تحریک التوا کا نوٹس دیتا ہوں۔ تحریک یہ ہے کہ گزشتہ دنوں ضلع جٹکھور میں ڈپٹی ڈائریکٹر زراعت کی ملی بھگت سے مارکیٹ ٹیکس کے نام پر عوام اور ٹرانسپورٹرز سے رقم وصول کی جا رہی ہے جبکہ مذکورہ ضلع میں مارکیٹ کمیٹی کی صرف بلڈنگ تعمیر کی گئی ہے جبکہ مارکیٹ کو تاحال شفٹ نہیں کی گئی ہے۔ اور نہ ہی اس کا کوئی چیئرمین منتخب کیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہاں ٹرانسپورٹرز، ٹرانسپورٹ یونینز سر اپا احتجاج ہیں (اخباری تراشہ منسلک ہے)۔ لہذا اسمبلی کی کارروائی روک کر اس اہم اور عوامی اہمیت کے حامل مسئلے کو زیر بحث

لایا جائے۔

میڈیم اسپیکر: تحریک التوا نمبر 4 پیش ہوئی۔ کیا رحمت صاحب! آپ اس کی admissibility کی وضاحت کریں گے؟

میر رحمت علی صالح بلوچ: جہاں تک اس تحریک التوا کی، جو میں نے پیش کی یہ فوری اہمیت کا حامل مسئلہ ہے۔ کیونکہ ٹرانسپورٹرز نے روڈ بلاک کیا تھا اور احتجاج بھی کی تھی۔ جب ڈی سی سے معلومات کی تو کہا گیا کہ جی یہ ایگریکلچر مارکیٹنگ کے نام سے ٹیکس وصول کیا جا رہا ہے۔ جبکہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ڈپٹی ڈائریکٹر کے ساتھ لیویز فورس ہے۔ اُس نے چیک پوسٹ لگایا ہے۔ ہر عام و خاص گاڑی سے ٹیکس وصول کر رہا ہے۔ ابھی تک ایک بلڈنگ تیار ہے مارکیٹ کے نام۔ نہ کوئی اُس کا کوئی ایڈمنسٹریٹر بنا ہے، نہ کوئی کمیٹی ہے نہ ہماری مارکیٹ ابھی تک شفٹ ہوئی ہے وہاں۔ اس بنیاد پر لوگوں کو ناجائز طور تک کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ میں سی ایم صاحب کو appreciate کرتا ہوں کہ ان لوگوں نے سارے چیک پوسٹوں کو جہاں لوگوں سے پیسہ لیا جا رہا تھا، وہ ختم کروادی۔ یہ اچھی بات ہے۔ لیکن میں یہی آج قائد ایوان موجود ہیں، ایگریکلچر منسٹر۔ he is honourable for me میرے خیال میں آج busy ہیں وہ نہیں آئے ہیں۔ ایک ڈپٹی ڈائریکٹر اور ڈی سی کے ساتھ اُس کی ملی بھگت ہے۔ اور ہر گاڑی کو، ہر مسافر بس کو، گو کہ مجھے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ جہاں مارکیٹ ہے کوئٹہ کی مارکیٹ ہے ایگریکلچر کی، اُسکی کمیٹی ہے اُسکے چیئرمین ہے نصیر آباد میں ہے۔ لیکن باقی کسی ضلع میں جب تک مارکیٹ بنی ہی نہیں ہے۔ اور وہاں ٹیکس کے نام پر لوگوں کو لوٹا جا رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ عوام کے ساتھ، کاروباری لوگوں کے ساتھ، ہم لوگ ایک بارڈر ایریا میں رہتے ہیں۔ ذرائع معاش کچھ نہیں ہے۔ بارڈر سے جو export, import ہو رہا ہے اور جو مسافر بسیں چلتی ہیں لوگ چھوٹے موٹے کاروبار کے ذریعے اپنی گزر بسر کرتے ہیں اس پر بھی قدغن لگایا جا رہا ہے۔ اُس پر بھی لوگوں سے ناجائز طور پر ان سے پیسہ وصول کیا جا رہا ہے تو لہذا میں نے اسی لیے اس چیز کو محسوس کرتے ہوئے کہ لوگوں نے جب احتجاج کی call دی ہے لوگ سراپا احتجاج ہیں، ایک گورنمنٹ ہے۔ وہاں تک میں بات پہنچا دوں۔ میں یہی امید کروں گا کہ یہ تحریک پیش ہونے تک اُس آفیسر کے خلاف کارروائی کر کے انکو ازری کی جائے گی۔ اُسکو فوری طور report to secretary کریں۔ یہ بہت زیادتی ہے لوگوں کیساتھ، یہ نا انصافی ہے۔

thank you

میڈیم اسپیکر: ٹھیک ہے۔ جی گورنمنٹ کی طرف سے کوئی اس پر۔ جی جعفر مندوخیل صاحب۔

شیخ جعفر خان مندوخیل (وزیر زراعت و کوآپریٹوز): شکریہ میڈیم اسپیکر! میں آپ کے چیئرمین تھا وہاں میں نے رحمت صاحب کی بات سنی، میں آ گیا ادھر واپس۔ اس کی میں نے معلومات کی ہیں ابھی تک جواب مجھے نہیں آیا ہے

کیونکہ آج ہم آفس نہیں گئے تھے۔ وہاں سی ایم ہاؤس میں تھے۔ ہم ادھر سے سیدھا آئے ہیں۔ اور میں اسکی معلومات کروں گا۔ اگر غیر قانون تھا تو نہیں چھوڑیں گے۔ بالکل definitely آپ ہمارے لیے اسی طرح محترم ہیں۔ اپنے اپنے وقت میں جو بھی ہم نے کام بتایا وہ کریں گے اور ویسے بھی یہ public difficulty بنتی ہے، کوئی غیر قانونی اور ناجائز کام ہوں۔ اسلم بزنس صاحب کے وقت میں تھا یا نہیں یہ میں ذرا پتہ کروں؟ نہیں نہیں، پھر غلط ہے۔ اُنکو موقع ملا ہے۔ پھر غلط ہے میں یہی پوچھ رہا ہوں کہ میں نے یہی پتہ کرنا تھا کہ اُس وقت میں تھا یا نہیں۔ تو میں انشاء اللہ اس کا نوٹس لیتا ہوں تسلی دیتا ہوں آپ کو۔

وزیر داخلہ و قبائلی امور: میڈم اسپیکر! مجھے please

میڈم اسپیکر: جی سرفراز بیٹی صاحب۔

وزیر داخلہ و قبائلی امور: چونکہ اسمیں لیویز بھی involve ہے جعفر صاحب! آپکی اجازت سے۔ اور

On behalf of honourable Chief Minister and people sitting on this side دیکھیں میڈم اسپیکر! یہ بات طے ہے کہ کسی بھی چیک پوسٹ پر، ہم نے آتے ساتھ ہی یہ announce کیا ہے اور اسمیں ہمیں آنریبل ممبرز سب کی مدد چاہیے کہ کسی بھی چیک پوسٹ پر کوئی بھی بھتہ خوری کی اجازت نہیں دی جا سکتی آنریبل ممبرز نے پہلے بھی یہ بات میری گزارش میں نوٹس میں لے کر آئے تھے۔ ہم ایک انکوائری initiate کریں گے۔ اور اُس انکوائری کو سامنے رکھ کر جو بھی کارروائی ہوگی، وہ اُسکے خلاف کریں گے اور کسی قسم کی غیر قانونی جو بھتہ خوری ہوگی کسی گورنمنٹ آفیشل کو اسکی اجازت نہیں دی جائے گی میں آنریبل ممبر سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ تحریک التوا کو رہنے دیں۔ میں آپ کو یہ assurance دیتا ہوں۔

میڈم اسپیکر: نہیں نہیں، آپ پھر request کریں گے واپس لینے کے لیے۔

وزیر داخلہ و قبائلی امور: جی واپس لے لیں، تاکہ اس پر ہم آپ کو بھی اعتماد میں رکھیں گے۔ جو بھی ہم

کارروائی کریں گے ہم آپ کو اسمیں اعتماد میں رکھیں گے۔

میڈم اسپیکر: جی رحمت بلوچ صاحب۔

میر رحمت علی صالح بلوچ: میڈم اسپیکر! مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ جس دن

میں نے نشاندہی کی تھی ابھی تک اُس چیک پوسٹ کو ہٹایا نہیں گیا ہے معزز منسٹر نے مجھے یقین دہانی کرائی تھی۔

میڈم اسپیکر: جی، یہ آج پیش ہوئی ہے۔

میر رحمت علی صالح بلوچ: وہ ڈی سی کو کہہ دیتا کہ فوری طور پر اسکو close کریں۔ اُس سے رپورٹ

آجائیگی۔ کوئی مارکیٹ کمیٹی ہے اُس رول کے تحت بالکل لے لیں۔ لیکن مارکیٹ کے حدود میں۔ جہاں باقی ضلعوں میں مارکیٹیں ہیں۔ انکی یقین دہانی پر مجھے یہ یقین ہے کہ آج سے ہی وہ کارروائی ہوگی میں اس یقین دہانی پر honourable minister کے government side پر agriculture minister کے میں اپنی تحریک کو واپس لیتا ہوں۔

میڈم اسپیکر: چلیں thank you چونکہ حکومتی یقین دہانی پر معزز رکن اسمبلی کی جانب سے جو تحریک پیش کی گئی تھی اور حکومتی یقین دہانی پر انہوں نے یہ تحریک واپس لے لی ہے۔ تو میں اس تحریک کو نمٹا دیتی ہوں۔ میر سرفراز احمد بگٹی صاحب، شیخ جعفر خان مندوخیل صاحب، جناب طاہر محمود خان صاحب، جناب سید محمد رضا صاحب، صوبائی وزراء۔ جناب عبدالرحیم زیارتوال صاحب، قائد حزب اختلاف، ڈاکٹر عبدالملک بلوچ صاحب، جناب رحمت صالح بلوچ صاحب اور ڈاکٹر شیخ اسحاق صاحب، اراکین صوبائی اسمبلی میں سے کوئی ایک محرک اپنی مشترکہ آئینی قرارداد پیش کریں۔ جی جی please جی سرفراز صاحب۔

وزیر داخلہ و قبائلی امور: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میڈم اسپیکر! ہر گاہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بلوچستان رقبے کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے اور حالیہ مردم شماری کے نتیجے میں صوبہ کی آبادی ایک کروڑ 20 لاکھ نفوس سے تجاوز کر چکا ہے جو کہ کچھلی مردم شماری کے مقابلے میں تقریباً ڈگنی ہو چکی ہے۔ تاہم نئی حلقہ بندیوں میں بلوچستان کے لیے قومی اسمبلی کی تین جبکہ صوبائی اسمبلی کی نشستوں میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا ہے۔ لہذا یہ ایوان مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 144 کے تحت اختیار دیتا ہے کہ مجلس شوریٰ پارلیمنٹ آئین کی آرٹیکل 51 اور 106 کے تحت بلوچستان کی قومی اسمبلی کی جنرل نشستوں میں 24 جبکہ خواتین کی مخصوص نشستوں میں 5 نشستوں کا اضافہ اور صوبائی اسمبلی کی جنرل نشستوں میں 20 اور خواتین کی مخصوص نشستوں میں 4 اور اقلیتی ایک نشست میں اضافہ سے متعلق ضروری قانون سازی کریں۔

میڈم اسپیکر: آئینی مشترکہ قرارداد پیش ہوئی۔ کیا محرکین میں سے کوئی ایک اسکی admissibility کی وضاحت فرمائیں گے۔ جی عبدالرحیم زیارتوال صاحب، اپوزیشن لیڈر۔

قائد حزب اختلاف: شکر یہ میڈم اسپیکر! بنیادی طور پر جیسے کہ قرارداد کے متن سے ظاہر ہے، مسئلہ جو ہمیں درپیش ہے اور اس سلسلے میں ہم یہ قرارداد پاس بھی کر چکے ہیں، آئینی قرارداد لانے کا مقصد یہ ہے کہ اس پر عملدرآمد کرنے کے لیے جو آئین کے آرٹیکلز کا یہاں ذکر ہے اُسکے حوالے سے ہم یہ لے آئے ہیں۔ اور مزید proceedings کیلئے۔ بنیادی طور پر مسئلہ جو ہمیں درپیش ہے صوبے کے حوالے سے، اُس دن ہم اس پر بحث

کر چکے ہیں۔ ہماری آواز 17 لوگوں کی جو ابھی 20 ہو گئی ہے۔ 20 لوگوں کی آواز قومی اسمبلی میں 300 کتنے کی ایوان میں 342 میرا خیال ہے کہ ایوان میں 17 یا 20 لوگوں کی آواز نہیں سنی جاتی۔ اور اس وجہ سے چونکہ ہماری وہاں ایسی مؤثر تعداد نہیں ہے قومی اسمبلی میں۔ تو ہم چارہ تھے کہ ہماری قومی اسمبلی کی سیٹیں بڑھا کر ہماری ایک مؤثر آواز وفاق میں ہوتا کہ ہمارے جو مسائل ہیں، اس پر کوئی دیہان نہیں دے رہا ہے۔ میں گورنمنٹ میں بھی رہا ہوں۔ میں جاتا بھی رہا ہوں۔ اور یہ چیزیں ہم وہاں اٹھاتے بھی رہے ہیں لیکن ہے سچ۔ اب تک میں جو محسوس کر چکا ہوں یا جس طریقے سے جا رہا ہوں، ہماری چیزوں کو اس طریقے سے نہیں لیا جاتا۔ تو بنیادی طور پر چیزوں کو ٹھیک کرنے کے لیے اپنی آواز میں مؤثریت پیدا کرنے کے لیے، ہم اس پر گئے ہیں۔ حالانکہ پورے ملک میں نئے حلقے نہیں بنے ہیں، قومی اسمبلی کی حوالے سے۔ لیکن ہمیں ایک خصوصی صورتحال کا سامنا ہے اور وہاں جب آپ جاتے ہیں ایک رٹ سب نے سیکھی ہے، establishment کے جتنے لوگ ہیں جتنے بھی سیکرٹریز ہیں، وہ کہتے ہیں ”کہ آپ کو اپنی آبادی کے مطابق ہم نے تو فلاں چیز دے دی ہے“۔ NHA بنا رہے ہیں NHA آبادی کی بنیاد پر۔ تو میں وہاں بھی یہ بحث کر چکا ہوں کہ اگر آپ نے آٹا دینا ہے آپ نے چینی دینا ہے آپ نے گھی دینا ہے انسانی ضرورت کی چیزیں صوبے کو دینی ہیں یقیناً آپ پاپولیشن کو base کریں۔ اگر آپ flood protection جائیں گے، ڈیمز پر جائیں گے، NHAs پر جائیں گے، مختلف چیزیں ہیں اس پر آپ جائیں گے۔ اُسے آپ نے رقبہ کو مد نظر رکھنا ہوگا۔ اب NHA، میں پھر یہ کہتا ہوں آٹھ، ساڑھے آٹھ ہزار پورے ملک میں NHA کے جو روڈ ہیں، اُسے سے ساڑھے تین ہزار کلومیٹر آپکے صوبے سے ہو کر گزرتی ہیں۔ پھر جو ساڑھے تین ہزار گزرتی ہیں اُس پر بھی وہاں سے لوگوں نے آ کر کوئٹہ سیرینا ہوٹل میں اس پر بات کی کہ یہاں اتنے پیسے مرکز نے دیئے ہیں۔ ہمیں مرکز کی طرف سے پیسے نہیں ملے ہیں اگر NHA میں انہوں نے پیسے دیئے ہیں اور connectivity کے لیے، ترسیل کے لیے وہ اور چیز ہے۔ اگر ریلوے پر خرچ کر رہے ہیں اس صوبے میں وہ اور چیز ہے۔ لیکن بنیادی طور پر جو ڈیولپمنٹ کے پیسے ہیں۔ آج بھی صورتحال یہ ہے، میں custodian of the House کی حیثیت سے آپ کو نوٹ کرواتا ہوں آپ کوئی بھی کمیٹی بنائیں وہاں سے کسی کو بھی بلوائیں کوئٹہ اور ان سے پوچھ لیں جو ہماری اس سال کی اسکیمات ہیں فیڈرل پی ایس ڈی پی کی۔ اور اُسکی جو allocation ہیں اُسے کتنی اسکیمات انہوں نے منظور کیے ہیں۔ اور کتنی allocation کے مطابق انہوں نے authorisation اور releases کیئے ہیں؟ تو یہ چیزیں ایسی ہیں تو اس حوالے سے ہم جو لے آئے ہیں دلائل ہم یہ دے رہے ہیں کہ اس بنیاد پر ہمیں ان مشکلات کا سامنا ہے ہم اس آئینی قرارداد کا وہ لیتے ہیں۔ اور اس پر جاتے ہیں اور ان سے یہ

کہتے ہیں کہ ان تمام چیزوں کے حوالے سے جسکا میں یہاں آپ کے سامنے ذکر رہا ہوں تو یہ صورتحال ہے اس صورتحال میں وفاق سے جب ہم وہاں ہوتے تھے تب بھی ہم یہ کہتے تھے کہ ہماری چیزوں کو ٹھیک کرنا اس ایوان کی ذمہ داری ہے۔ میں اُسوقت مولانا صاحب سے بھی request کرتا رہا کہ مولانا صاحب آپ بھی ہمارے ساتھ ہوں ہم جائیں گے صوبے کے جتنے بھی rights ہیں انکو حاصل کرنے کے لیے اکٹھے جا کے ہمارے ایم این ایز ہمارے سینیٹرز یا صوبے سے جتنے بھی لوگ ہیں، سب مل کر یہ آواز وہاں اٹھائیں گے۔ جتنا ہم صوبے کے لیے حاصل کر سکتے ہیں وہ حاصل کریں گے۔

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے۔

قائد حزب اختلاف: باقی یہاں کے جو معاملات ہیں وہ ہم سے related ہیں۔

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے۔

قائد حزب اختلاف: ہم اپنے معاملات کو پھر کس طریقے سے چلاتے ہیں تو اس بنیاد پر میں اسکو مزید لمبا نہیں کرتا۔ صرف اتنا کہتا ہوں پورے ہاؤس سے میری ریکوئسٹ یہ ہے کہ یہ نہایت ہی اہم قرارداد ہے وہ اس قرارداد کو منظور کر کے ہم اُنکو بھیجوائیں گے اور پھر آئین کے آرٹیکل 144 کے مطابق انہوں نے کس طریقے سے اُس پر عملدرآمد کرنا ہوگا۔

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے۔

قائد حزب اختلاف: اُسکو follow up بھی دیں گے جتنا بھی عملدرآمد وہ کر سکیں۔ اُسکے لیے

ریکوئسٹ کریں گے۔ thank you

میڈم اسپیکر: جی مولانا عبدالواسع صاحب۔

مولانا عبدالواسع: شکر یہ میڈم اسپیکر! جو آئینی مشترکہ قرارداد ہے، ظاہری بات ہے کہ اسکا کوئی مخالفت کر نہیں سکتا بلکہ ہمارا روزِ اوّل سے یہ مطالبہ ہے لیکن میڈم اسپیکر صاحبہ! صورتحال یہ ہے اس سے پہلے کہ آپ اور ہم الیکشن پر جا رہے ہیں اور ابھی ہم الیکشن کے قریب جا رہے ہیں۔ تو اس سے پہلے فیڈرل گورنمنٹ میں بھی اس پر غور ہو چکا ہے اور پروانیشنل گورنمنٹ میں بھی اور نیشنل اسمبلی والوں نے بھی اس پر مینٹگ کر دیئے۔ نواب ثناء اللہ زہری کی قیادت میں۔ تو فیڈرل حکومت میں تمام سیاسی جماعتوں کے سربراہان، میری سیاسی جمعیت کی پارٹی کے لوگ بھی اور زیارتوال صاحب کے بھی اور مسلم لیگ (ن) کے بھی سب کے لوگ وہاں شامل تھے تمام سیاسی قیادت اپوزیشن اور حکومت کی اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ پورے ملک کے اندر ہم قومی اسمبلی کی نشستوں کو نہیں بڑھائیں گے۔ لیکن

مجھے افسوس اس بات پر ہے ہمارے اپنے لوگ وہاں جب تھے، جتنی بھی سیاسی جماعتیں کہ بلوچستان کی نوعیت جیسے کہ زیارتوال نے کہا یقیناً مختلف تینوں صوبوں کے بہ نسبت۔ کیونکہ ہماری آبادی کم ہے اور اتنا بڑا رقبہ ہے کہ ابھی اگر ہم کسی قومی اسمبلی کی نشست پر الیکشن لڑتے ہیں، ہمارا کوئی امیدوار، تو ابھی جا کر کے تفتان کے بارڈر کو اور ابھی جو نئے حلقے بنائے ہوئے ہیں، نوشکی چاغی اور قلات، یہ سکندر آباد وغیرہ یہ سارے اضلاع touch کر کے تو میرا خیال یہ چار پانچ مہینے میں تو یہ امیدواران علاقوں تک پہنچ بھی نہیں سکتے ہیں۔ اور پھر دوسرا ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ وہاں جیسے کہ ایگزیکٹو کا مسئلہ ہم بار بار ذکر کرتے ہیں بلکہ اس سے پہلے بھی اسمبلی میں ہم نے یہ مسئلہ اٹھایا کہ اگر اسی طرح آبادی کی بنیاد پر ہماری نشستیں ہوتی ہیں نمائندگی ہوتی ہے تو بلوچستان کے لوگوں کی رائے کے مطابق۔ کبھی بھی ایگزیکٹو نہیں بن سکتا ہے اگر چاہے جو بھی جس طرح ہوں۔ کیونکہ سارے ایک صوبے کے لوگ ہیں اور ہمارے صوبے کی کوئی رائے اسمیں نہیں آ سکتی ہے۔ تو اس لیے ہم نے کئی بار اور کئی موقعوں پر ہم نے تجاویز دے دیں ایگزیکٹو کے انتخابات، چیف، پرائم منسٹر کے انتخابات سینٹ سے بھی منسلک کیا جائے تاکہ پھر صوبوں کو برابری کی بنیاد پر نمائندگی ملے۔ پھر شاید بلوچستان کی آواز بھی اسمیں شامل ہو جائے۔ بلوچستان والوں کی آواز بھی کوئی سنے۔ اگر سینٹ کے اختیارات اس معنی میں نہیں دیتے ہیں۔ اور خالصاً قومی اسمبلی کے انتخاب سے پرائم منسٹر بنیں گے تو پھر ظاہر بات ہے کہ بلوچستان کی سیٹوں کو رقبہ کی بنیاد پر دینا ہے۔ کیونکہ ہم جو رقبہ کی بنیاد پر نشستیں مانگتے ہیں این ایف سی کی جو صورت حال ہے محاصل کی تقسیم بھی اور یہ ایسی بات نہیں ہے کہ ویسے رقبہ کی بنیاد پر لوگ کہتے ہیں کہ رقبہ کیا کرتے ہیں؟ کیونکہ رقبہ کی بنیاد پر اگر نشستیں ہمیں نمل جاتی ہیں تو پھر ظاہر بات ہے آبادی 5% کی بنیاد پر تو ہمیں نشستیں مل ہی نہیں سکتی ہیں۔ اور رقبہ کو ہم نے اگر ڈویلپ کرنا ہے اس بڑے رقبہ کو تو جب ہمیں فنڈز رقبہ کی بنیاد پر مل جاتے ہیں تو پھر اسکو ہم ڈویلپ کر سکتے ہیں اس پر روڈ بنا سکتے ہیں اس پر پائپ بچا سکتے ہیں اس پر گیس پہنچا سکتے ہیں اس پر ساری چیزیں تو اسی بڑے رقبہ پر ہوتی ہیں بجلی پہنچا سکتے ہیں لوگوں تک اور تھانے کے مواقع فراہم کر سکتے ہیں کیونکہ منتشر آبادی ہے۔ لہذا ان تمام وجوہات کی بنیاد پر ہم نے کئی بار اور کئی اسمبلیوں کے اندر یہ مطالبے کیئے ہیں۔ لیکن اس قرارداد کو میں ضرور اس سے اتفاق بھی کرتا ہوں۔ انہی کے تناظر میں جیسے کہ پہلے بھی ہم مطالبے کر چکے ہیں۔ لیکن مجھے لگتا ہے کہ ہم نے اپنے طور پر بھی فیصلہ کر لیا۔ ہماری تمام سیاسی پارٹیاں، میں جمعیت علماء اسلام سے تعلق رکھتا ہوں۔ میری قیادت تو وہاں ان سے بیٹھ کر انہوں نے طے کر لیا۔ اور زیارتوال کی قیادت، تو وہاں ان کے ساتھ طے کر لیا دوسرے سیاسی جماعتوں کے لوگ۔ اب میں نہیں سمجھتا ہوں کہ ہماری قرارداد کو کوئی اہمیت مل جاتی یا نہیں لیکن ہم آواز اٹھاتے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ یہ گلہ اپنے نمائندوں سے وہاں کرتے ہیں جو ہمارے بلوچستان سے

تعلق رکھنے والے لوگ جس بھی جماعت سے ہوں۔ لیکن کم از کم مسائل کو سنجیدہ لینا چاہیے۔ بروقت اگر وہ وہاں آواز اٹھالیتے تھے اور ہم یہاں آج قرارداد پاس کر لیتے تھے تو مجھے امید تھی کہ اسکا کوئی نتیجہ نکل جاتا۔
میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے۔

مولانا عبدالواسع: پھر بھی میں اس قرارداد کی حمایت کرتا ہوں۔

میڈم اسپیکر: thank you جی گورنمنٹ کی طرف سے اُس دن اس پر بہت detail میں بحث ہو چکی تھی۔ یہ اسی کا وہ ہے، صرف آئینی اُس پر لے کر آئے ہیں تو ذرا میں موقع دیتی ہوں آپ کو۔

وزیر داخلہ و قبائلی امور: میں صرف اتنی سی گزارش کرنا چاہتا ہوں مولانا صاحب نے بہت اچھی باتیں کہی ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ ان کی لیڈرشپ اور زیارتوال صاحب کی لیڈرشپ اور نیشنل پارٹی کی وہاں موجود تھی، ہم تو پہلے ہی بغاوت کر چکے ہیں، بغاوت کہیں، منحرف کہیں یا جو بھی کہیں۔ تو ہماری وہ لیڈرشپ شاید اس طرح بات نہ سن پاتی۔ لیکن ان دوستوں سے یہ توقع تھی کہ شاید یہ بلوچستان کے لیے آواز اٹھائیں۔ نہیں ہو سکا۔ لیکن اب کیونکہ نئے سرے سے ایک efforts کر رہے ہیں ڈاکٹر عبدالملک صاحب نے پچھلی اسمبلی میں انہوں نے بتا دیا تھا سیشن میں کہ ہم اسکو take up کریں گے سینٹ میں بھی تو میرا خیال ہے اس کو unanimously pass ہونا چاہیے، بلوچستان سے تاکہ یہ وہاں جائے اور اس پر کوئی اثر ہو، ایک نئے سرے۔ دیر آید درست آید۔

میڈم اسپیکر: اُس دن ایوان میں یہی مشترکہ فیصلہ ہوا تھا۔ توجی عبدالکریم نوشیروانی صاحب۔ ابھی گورنمنٹ کا مؤقف آ گیا ہے تو اگر آپ please جی آپ بولیں۔ جی آپ بولیں۔

میر عبدالکریم نوشیروانی (وزیر محکمہ ایکسٹرنل ریلیشنز): اس سے پہلے کہ میں اس قرارداد کا ذکر کروں۔ 1985ء سے میں اس اسمبلی میں آ رہا ہوں۔ آج تک مجھے یہ بتائیں کہ بلوچستان میں جو قرارداد پاس ہوئی تو وہاں جا کر آج تک implement نہیں ہوئی پہلے تو یہ کوشش کرنی ہے کہ مرکز میں جو ہمارے نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب بلوچستان میں ایسی قرارداد، جیسے کہ یہ قرارداد ہے جو حقیقت پر ہے۔ جو ہمارے نمائندے وہاں بیٹھے ہوئے ہیں انکو چاہیے کہ جو قرارداد بلوچستان اسمبلی سے پاس ہو کر آتی ہے۔ اس پر implement کرائیں۔ سب سے پہلے بلوچستان کی قرارداد وہاں نیشنل اسمبلی میں جاتی ہے تو کیا بولتے ہیں؟ 'پرے کر'، اسکو ایسے پھینک دیتے ہیں۔ سمجھ گیا 'پرے کر اسکو'۔ رڈی کی ٹوکری میں اسکو ڈال دیتے ہیں۔ یہ ہماری قراردادوں کی حیثیت ہے۔ آپ کوشش کریں۔ سب سے پہلے بلوچستان اسمبلی کی جو قرارداد ہے، وہاں جا کر مرکز میں کم از کم عملدرآمد ہونا چاہیے۔ ورنہ ایسی سینکڑوں قراردادیں آتی ہیں جن پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوتا۔ تو فائدہ کیا ہے؟ یہ قرارداد جو آج پیش ہوئی ہے اس

کی میں پر زور حمایت کرتا ہوں۔ اور بلوچستان کی سب قراردادوں سے زیادہ میں سمجھتا ہوں اس پر implement ہونی چاہیے۔ thank you

میڈم اسپیکر: thank you جی۔ جی مولانا صاحب۔

مولانا عبدالواسع: میرے خیال سے اسمیں کوئی تعین نہیں ہے۔ اگر ہم اس قرارداد کو پاس کرنا چاہتے ہیں۔ اور پھر وہاں سے ہم مطالبہ کر سکتے ہیں، تو کم از کم فوری طور پر اسکو ایک ضلع کی بنیاد پر ایک قومی اسمبلی کی نشست کا مطالبہ کر لیں۔ تاکہ ہماری وہ متعین ہو کہ وہ کتنی نشستیں مانگتے ہیں؟ ایک ضلع ایک نشست۔

میڈم اسپیکر: جی سردار عبدالرحمن کھیتران صاحب۔

سردار عبدالرحمن کھیتران: شکر یہ میڈم اسپیکر! گزارش یہ ہے کہ یہ پورے بلوچستان کا مسئلہ ہے۔ یہ حلقہ بندیاں بالکل۔ وہ ہمارے گاؤں میں 1947ء سے پہلے ہندو کا ندر تھے۔ تو وہ اُس زمانے میں رجسٹر اور یہ کمپیوٹر تھا ہی نہیں۔ وہ میٹنگیاں جو ہوتی تھیں وہ یہ فلاں نے اتنا سودا اٹھایا ادھر رکھ دیا اس نے۔ اس نے ادھر رکھ دیا ادھر۔ تو مہینے کے آخر میں جب، پیسے ویسے تو ہوتے نہیں تھے۔ تو جا کر وہ ڈکانیں خالی وہ کنڈی بند ہوتی تھی۔ کھول کر ہمارے بڑے جو تھے انکو آپس میں mix کر دیتے تھے۔ پھر جاتے تھے اُسکے پاس کہ جی ہمارا حساب کرو۔ ایک ٹکا لیکرو۔ تو وہ ہندو کے یہ الفاظ تھے کہ "کبھی منڈیاں ریہل گیاناں" میٹنگیاں mix ہو گئی ہیں۔ اب بلوچستان میں وہ چیز کیا ہے کہ پتہ نہیں کونسے ضلعے کدھراٹھا کر پھینک دیئے ہیں۔ میری قومی اسمبلی کی جو سیٹ ہے۔ پاکستان میں دوسرے نمبر پر سب سے بڑی سیٹ ہے ساڑھے 9 لاکھ پر ہے۔ ساڑھے 10 لاکھ کی ایک پتہ نہیں وہ بھی شاید KPK کی ہے۔ اسکے بعد ساڑھے 9 لاکھ کی میری ہے۔ اسکے بعد آٹھ لاکھ۔ سات لاکھ۔ بلوچستان کی آبادی کے حساب سے دیتے ہیں تو اب۔ وہاں ہمیں تو پوچھتا ہی کوئی نہیں ہے کہ کیا صورتحال ہے۔ تو اس پر تو دوستوں نے، اُس دن ہم نے بھی بات کی تھی۔ میڈم اسپیکر! ہم یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کرم کیا ہے۔ ہمارے دوستوں نے بڑی محنت کی ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں V-VIP جو Second President ہے۔ وہ سیٹ بلوچستان کو ملی ہے میں انکو مبارکباد پیش کرتا ہوں ایک دفعہ پھر۔ اور پھر میں توقع کرونگا کہ چیئر مین سینٹ کو ساتھ لیکر۔ کیونکہ وہ upper house ہے۔ اسکے چیئر مین کی کچھ say ہے۔ باقی تو ہماری قراردادوں کی جیسے کریم نوشیروانی نے کہا کہ آج تک ہم پاسپورٹ کا صفحہ تبدیل نہیں کر اسکے۔ سبز سے نیلا نہیں ہو گیا۔

میڈم اسپیکر: وہ ہو گیا سردار صاحب۔ وہ اسمبلی کی information کیلئے کہ وہ ہو چکا ہے۔ جی ہاں وہ دو، تین مہینے سے ہو چکا ہے۔

سر دار عبدالرحمن کھیتراں: میڈم اسپیکر! میں آپ کو دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

میڈم اسپیکر: میں personally گئی تھی اُنکے پاس۔

سر دار عبدالرحمن کھیتراں: This is your efforts اور مجھے نہیں پتہ تھا۔ یہ جتنی آپ نے خط و کتابت

کی ہے۔ جتنی آپ نے محنت کی میں دلی طور پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ مرکز میں کم از کم کچھ تو آپ لیکر آئی ہیں۔

(ڈیسک بجائے گئے) (مداخلت، آوازیں) بات کرنے دیں کریم۔

میڈم اسپیکر: کریم صاحب! وہ بات کر رہے ہیں۔ آپ شعر بعد میں سنا دیجئے گا۔ ذرا وہ بات کریں۔

سر دار صاحب! please conclude! کر دیں۔

سر دار عبدالرحمن کھیتراں: نہیں نہیں، تو کریم صاحب صبر کریں۔ تو اب جیسے یہ کیا ہے آپ نے، You

are Custodian of the House اور اسی طریقے سے سینٹ کی ہماری چیئرمین شپ ہے۔

Yourself, Chairman Senate, our CM۔ ٹریژری پنچر اور ہمارے پارلیمانی لیڈرز، اچھے اچھے

لوگ ہیں۔ رحیم جان والے ہیں۔ مولانا صاحب ہیں۔ ہم نے تو اپنا tenure سلاخوں کے پیچھے گزار لیا۔ ہم تو

اسلام آباد کی بھنگ کی وہ بد بو بھی نہیں لے سکے ہیں۔ نہ خوشبو نہ بدبو۔ تو میں اپنے دوستوں سے اور آپ سے گزارش

کرونگا کہ پارلیمانی لیڈرز کا ایک وفد بنا لیں یا کمیٹی بنا لیں۔ اسمیں پھر جو بھی ہوں۔ وہاں سے بھی اُنکو ساتھ لیکر یہ

کرا لیں۔ شکریہ۔

میڈم اسپیکر: سر دار صاحب! last session! میں بنا دیا ہم نے۔ جی کریم نوشیروانی صاحب۔

وزیر ایکسٹرنل ریلیشنز: میڈم اسپیکر! قرارداد کے حوالے سے مجھے شعر یاد ہے۔ آپ مجھے دو منٹ

موقع دیں۔

میڈم اسپیکر: جی بولیں شعر سنا کر آپ بیٹھ جائیں please

وزیر ایکسٹرنل ریلیشنز: ع یہ نازو یہ انداز، یہ جاڈو یہ ادائیں

نیشنل اسمبلی کے ممبران سے اپیل کرتا ہوں کہ بلوچستان کی قراردادوں کو خُدا کیلئے وہاں سے نمٹائیں۔

میڈم اسپیکر: جی یا سیمین لہڑی صاحبہ! اس پر بحث کا اس لیے میں نہیں کہو گی کہ آپ لوگ بحث کریں۔ اپنے

دو، دو، جو comments میں دوں کہ اُس دن اس پر بڑی سیر حاصل بحث ہو چکی تھی۔ صرف اسکو میں نے اپنی

روانگ میں کہا تھا کہ آئینی، اُسکو دینے کیلئے تاکہ طریقہ کار ایسا ہو کہ وہ آگے چلا جائے۔ تو please آپ لوگ

مختصر اس پر بات کریں۔ آگے چار قراردادیں ہیں۔ جی یا سیمین صاحبہ۔

محترمہ یاسمین لہڑی: بہت بہت شکریہ فلور دیا۔ صبح سے بہت زیادہ بول رہے ہیں۔ یہ بہت اہم قرارداد ہے۔ میرے خیال میں اس دن بھی ہم نے بحث کی۔ اور آپ کی بات ٹھیک ہے کہ ہم باتوں کو repeat نہ کریں۔ لیکن میں صرف یہاں ایک بات ضرور کہو گی کہ اگر ہم سمجھیں کہ ہم یہ کیوں demand کر رہے ہیں یا اسمبلی یا پورا بلوچستان اس پر فکرمند کیوں ہے؟ اسکی بنیادی وجہ یہ ہے میڈم اسپیکر! اسوقت اگر ہم قومی اسمبلی میں دیکھیں تو ہم کسی کھاتے میں نہیں ہیں۔ جو بھی legislation ہے اسکو مطلب ہم بالکل influence نہیں کر سکتے۔ خاص طور پر اس ملک کا جب وزیراعظم منتخب ہوتا ہے۔ تب وہ ہماری عادی تعداد کم ہونے کی وجہ سے بلوچستان کسی گنتی میں نہیں ہے۔ اگر قومی اسمبلی کی نشستوں میں اضافہ ہو، ہم decision making کے process میں onboard ہونگے۔ یہ میرے خیال میں ایک جائز مطالبہ ہے کہ ہم پرائم منسٹر آف پاکستان کو منتخب کرنے کے فیصلے میں onboard ہونگے تو میں سمجھتی ہوں کہ اس میں قطعی طور پر کوئی ناجائز بہانہ نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دنیا بہت آگے ترقی کر چکی ہے میڈم اسپیکر! ہونا یہ چاہیے کہ ہر چیز کو ہم، آبادی کو base بنا کر اگر استحصال کریں گے۔ فرض کریں میں آپکو ایک چھوٹی سی مثال دوں۔ 94ء میں جب water accord ہوا وہ بھی آبادی کی بنیاد پر۔ اب زمینوں کو پانی دینے کے حوالے سے بھی آپ اگر سروں کو گن کر ہمیں پانی دیں گے تو یہ زیادتی ہے ناں میڈم اسپیکر! جہاں آبادی کم ہے آئیڈیل یہ ہونی چاہیے کہ ہم پورے پاکستان سے زیادہ develop ہوتے۔ اس لیے کہ ہماری آبادی کم ہے۔ پوری دنیا میں یہ پریشانی کی بات ہے کہ کس طرح سے آبادی کو کنٹرول کیا جائے؟ اور میڈم اسپیکر! چاہے MDG's ہوں یا ابھی جو SDG's ہیں۔ اُس میں باقاعدہ سے وہ ایک شق یہ ہے کہ آبادی کو کنٹرول کرنا منصوبہ بندی کرنا۔ تو ہم ایک طرف جو conventions پر جا کر sign کرتے ہیں۔ اور یہ حلف اٹھاتے ہیں یہ وعدہ کر کے آتے ہیں کہ ہم implement کریں گے اپنے ملک میں۔ یہاں internally لوگوں کو جو resources دینے کا فارمولا ہے وہ یہ ہے کہ آبادی جتنی زیادہ ہوگی اُتنے آپکو resources ملیں گے۔ تو ہم بتائیں کہ مطلب اس contradiction، اس تضاد والی دنیا میں ہم کہاں کھڑے ہیں؟

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے۔

محترمہ یاسمین لہڑی: کہ ہم آبادی کو کنٹرول کر کے یا مطلب یہ ہے کہ بڑھا کر اپنے ریورسز لے لیں میڈم اسپیکر! میرے خیال میں ہم اگر صوبائی اسمبلی کی نشستوں میں اضافے کی بات کرتے ہیں۔ اسمیں یہ ہے کہ جو far-flung areas ہیں remote areas ہیں وہاں کے لوگوں کی نمائندگی اسمبلی کے اندر ensure ہوتا کہ انکی جو بھی محرومیاں ہیں یا اب تک کی کجانے والی زیادتیاں ہیں انکا ازالہ ہو سکے۔ شکر یہ۔

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے۔ thank you۔ جی حامد خان اچکزئی صاحب۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: بڑی مہربانی میڈم اسپیکر! حلقے خواہشات پر نہیں بنائے جاتے ضروریات پر بنائے جاتے ہیں۔ اور ادھر حلقوں کی حلقہ بندی کیلئے ڈویلمنٹ کی بات بھی ہو رہی ہے۔ ڈویلمنٹ کا حلقہ بندی کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ ہاں! اگر ڈویلمنٹ کو ایریاز پر رکھا جائے ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اور ہونی بھی چاہیے۔ جس طرح این ایف سی ایوارڈ ہے۔ وہ پسماندگی پر۔ ریورسز پر، آبادی پر۔ تو اسمیں یہ بھی ڈالا جائے ایریاز۔ لیکن یہ جو اسمبلیاں ہیں یہ خواہشات پر نہیں ہوتی ہیں۔ یہ ہمارے ایک دوسرے کے ساتھ ایمانداری اور وفاداری پر منحصر ہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ دُنیا میں کوئی بھی ہم سے agree نہیں کریگا کہ آپ قومی اسمبلی ایک نوا لاکھ پر، دوسرے ضلع پر بناؤ وہ ایک لاکھ۔ نو لاکھ، ایک لاکھ، کوئی ڈسٹرکٹ کا دو لاکھ ہے۔ کسی کا تین لاکھ ہے۔ حلقہ بندیاں بہر حال آبادی کی بنیاد پر ہونی چاہئیں۔ ہم کو یہ دیکھنا ہوگا کہ ہمارے ایریاز زیادہ ہیں۔ جہاں آبادی پوری کرنی ہے یکساں رکھ لیں بیشک۔ تین لاکھ رکھ لیں۔ چار لاکھ رکھ لیں۔ پانچ لاکھ رکھ لیں۔ لیکن ہر حلقے میں دوسرے کے ساتھ یکسانیت ہونی چاہیے۔ بیشک ایک ڈسٹرکٹ میں اگر سات لاکھ ہے۔ دو، تین حلقے ہونے چاہئیں اگر آبادی کی بنیاد ساڑھے تین لاکھ ہے۔ جسکی وہ ضرورت پوری کریں۔ اس میں ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ وفاداری اور اعتماد کی ضرورت ہے۔ تو تمہیں اسکو accept کرتا ہوں۔ ہمیں ضرورت ہے۔ لیکن یہ کہ ڈسٹرکٹ پر ہوں۔ یہ ہمیں قطعاً منظور نہیں ہے۔

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے۔ جی عاصم کر دگیلو صاحب۔ please ابھی اس پر مزید بحث نہ کریں۔ میرے خیال میں ہم بہت سیر حاصل بحث کر چکے تھے۔

میر محمد عاصم کر دگیلو: مہربانی اسپیکر صاحبہ! یہ مشترکہ آئینی قرارداد جو ہمارے colleagues نے پیش کیئے۔ میں اسکی بھرپور حمایت کرتا ہوں۔ اُس دن بھی کافی اس پر بحث ہوئی تھی اور آج بھی ہمارے ساتھیوں نے اس پر بحث کی۔ ڈاکٹر کی اس بات سے میں اتفاق نہیں کرتا۔ جیسے کہ دوسرے صوبوں میں پاپولیشن کے مطابق اسمبلی کی سیٹیں کی گئی ہیں۔ میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے۔

میر محمد عاصم کر دگیلو: میں اس سے اتفاق نہیں کرتا کیونکہ اُسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بلوچستان ملک کا تقریباً نصف حصہ ہے۔ آپ ابھی دیکھیں، اگر وہاں تین سو، ساڑھے تین سو سیٹیں ہوتی ہیں یہاں سے صرف 14 یا 16 سیٹیں ہوتی ہیں یہ بالکل وہاں نہ ہونے کی برابر ہیں۔ وہاں کوئی بات سُنے گا ہی نہیں۔ اس حساب سے ہم نے پہلے بھی مطالبہ

کیا تھا۔ جیسے مولانا واسع صاحب نے کہا کہ per district ایک سیٹ نیشنل اسمبلی کی ہونی چاہیے۔ اور صوبائی اسمبلی کی بھی سیٹوں میں اضافہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ پہلے 65 لاکھ کی آبادی تھی تو اسمبلی بلوچستان کی سیٹیں 14 تھیں۔ ابھی 16 یا 17 کی گئی ہیں یہ نامناسب ہے۔ ایک کروڑ پچیس لاکھ لوگوں سے ڈگنی ہونی چاہیے۔ اسمبلی جو رقبہ ہے 20% رقبہ کو بھی اسمبلی شامل کیا جائے۔ 80% پاپولیشن کو، اُس حساب سے بھی ہماری تقریباً 38,37 سیٹیں بنتی ہیں۔ اور جو پرائشل اسمبلی کی سیٹیں ہیں اسکی بھی 20 سیٹیں بڑھائی جائیں۔ اور محترمہ! آپ کو یاد ہوگا اس دن ڈاکٹر مالک نے بھی کہا تھا کہ ہمارے سارے پارلیمانی لیڈرز اسلام آباد جائینگے۔ جو یہاں سے اسمبلی کی قرارداد پاس ہوئی ہے اُس کو لیگل طریقے سے سینٹ میں اور نیشنل اسمبلی میں پیش کریں گے۔ مجھے پتہ نہیں ہے کہ وہ یہاں سے چلی گئی ہے یا نہیں؟ thank you

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے۔ خالد لانگو صاحب!۔

میر خالد لانگو: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ میڈم اسپیکر! جیسے اُس دن اس پر فاضل اراکین نے سیر حاصل بحث کی۔ یہ قرارداد حقیقتاً بہت اہمیت کی حامل ہے اور اسمبلی میڈم اسپیکر! جیسے میں نے اُس دن بھی گزارش کی تھی کہ اس دفعہ پورا بلوچستان، لیکن جو سب سے زیادہ affected ہے وہ ہم ہیں۔ قلات، مستونگ، نوشکی اور چاغی میڈم اسپیکر! گیارہ سو کلومیٹر اور 70 ہزار اسکوئر کلومیٹر پر ساڑھے دس لاکھ کی آبادی۔ اب یہ جو حلقے بنائے گئے ہیں میڈم اسپیکر! پانچ اضلاع پر۔ ایک بارڈر لگتا ہے ایران کو اور ایک بارڈر لگتا ہے افغانستان کو۔ اور ادھر سے ایک جوڈسٹرکٹ بلوچستان کے اندر ایک ہمارا بولان کو لگتا ہے۔ ادھر جو بان سے اس طرف خضدار کو لگتا ہے۔ تو یہ ممکن نہیں ہے۔ This is not possible for a candidate کہ وہ ہر گھر میں ہر کھلی میں جائے اور الیکشن campaign چلائے یا منتخب ہونے کے بعد میڈم اسپیکر! وہ انکے مسائل حل کرے۔ اور گھر گھر، کھلی کھلی، دیہات دیہات جا سکے۔

میڈم اسپیکر: نہیں۔ یہ پوائنٹ آچکا ہے خالد لانگو صاحب۔ جی۔

میر خالد لانگو: جی میڈم اسپیکر! اس میں میں یہ گزارش کروں گا کہ جیسے قرارداد آئی ہے کہ ہر ڈسٹرکٹ پر کوئٹہ کو چھوڑ کر۔ کوئٹہ کے پانچ حلقے بنائے جائیں۔ اور کوئٹہ سے ہٹ کر ہر ڈسٹرکٹ کو ایک نیشنل اسمبلی کی سیٹ دی جائے۔ اور صوبائی اسمبلی کی بھی۔ چونکہ ابھی بہت سارے حلقوں میں ہماری سیٹیں ایسے ختم کی گئی ہیں۔ جیسے واشٹک، خاران ختم کیا گیا۔ ہرنائی، زیارت ختم۔ پنجگور کو آواران سے ملایا گیا۔ ادھر کچھی کی سیٹ ایک کر دی گئی۔ اس سے بہت سارے مسائل پیدا ہونگے۔ کوئٹہ میں ethnic basis پر جو سیٹیں تھیں۔ وہ disturbance ہوگئی ہیں اسمبلی قبائلی

تنازعات کا بھی بہت خطرہ ہے۔ تو اسکو seriously لیا جائے۔ میڈم! میں خاص کر آپ سے گزارش کرونگا کہ آپ کمیٹی بھیجیں یا اگر آپکو خودی ایم صاحب، قائد ایوان کو اور اپوزیشن لیڈر کو جانا پڑا۔ میرے خیال میں آپکو seriously اسکو لینا چاہیے۔ اور اسلام آباد جا کر، بیٹھ کر اس مسئلے کو حل کرنا چاہیے۔ thank you

میڈم اسپیکر: thank you۔ جی نصر اللہ صاحب! پلیز مختصر کر لیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: شکریہ میڈم اسپیکر صاحبہ! ایسا ہے کہ اُس دن اس پر کافی بحث ہوئی۔ جو قرارداد کا متن ہے جو تمام پارٹیوں نے مل بیٹھ کر اسمیں اضافے کا فیصلہ کیا ہے جبکہ ہماری جو سٹیٹس بن رہی ہیں اکاؤن ہیں، جو تجویز کی گئی ہیں۔ میرے خیال سے اس آئینی قرارداد کو منظور کر کے اس کیلئے فوری طور پر کمیٹی بنائی جائے۔ تاکہ وہ وہاں جا کر کے اسلام آباد میں وہ ترمیم کرے 2017ء ایکٹ جو پاس ہوا تھا اسمیں۔ ابھی اسمیں مزید آپ بولیں گے لیکن جو اس کا متن ہے اُسکے مطابق جائیں۔ thank you

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے بالکل۔ سب کو یہی سمجھا رہے ہیں۔ ہر کوئی بولنا چاہا رہا ہے۔ سمجھ نہیں آرہی ہے۔ ولیم برکت صاحب۔

جناب ولیم جان برکت: شکریہ میڈم اسپیکر! بات آپ نے کہہ دی، سب کو سمجھا دیا ہے۔ میں صرف یہی عرض کرونگا کہ جس طریقے سے اسمیں minorities کیلئے بھی ایک سیٹ رکھی گئی ہے۔ یہ خوش آئند بات ہے۔ ہم اس وقت تین ہیں۔ اور پورے صوبے کو represent کرنا اور اسمیں visit کرنا کافی مشکل تھا۔ لہذا میں بحیثیت minority ممبر کے اس قرارداد کی حمایت کرتا ہوں۔

میڈم اسپیکر: thank you۔ جی ڈاکٹر قیہ ہاشمی صاحبہ۔

ڈاکٹر قیہ سعید ہاشمی (مشیر برائے وزیر اعلیٰ و انچارج محکمہ خزانہ): شکریہ اسپیکر صاحبہ! یہ ایک بڑی important مشترکہ قرارداد آئی ہوئی ہے، حکومت اور اپوزیشن کی طرف سے۔ میں آپکے توسط سے الیکشن کمیشن آف پاکستان سے گزارش کرنا چاہوں گی اور پوچھنا چاہوں گی کہ جب یہ نقشے بن رہے تھے تو کیا صوبائی الیکشن کمیشن سے مشاورت کی گئی تھی؟ یا صوبائی یہاں کے جو منتخب نمائندے ہیں انکو on-board لیا گیا تھا؟ میں آپکے توسط سے انکے لیئے یہ گزارش کرنا چاہوں گی۔ پیغام دینا چاہوں گی۔ kindly اسکو نوٹ کر لیجئے۔

میڈم اسپیکر: thank you۔ جی جعفر مندوخیل صاحب۔

شیخ جعفر خان مندوخیل (وزیر زراعت و کواپریٹوز): thank you میڈم! یہ حلقہ جات کے حوالے سے جو قرارداد آئی ہے، ہم بات کر رہے ہیں کہ نئے حلقے زیادہ کئے جائیں، تو میرے خیال میں وہ وقت گزر گیا ہے۔ ابھی

اگر حلقوں کو دوبارہ چھیڑا جائیگا تو پھر یہ الیکشن ہی postponed ہو جائیگا، ممکن ہی نہیں ہے۔ ابھی انکو درست کرنا ہے۔ جو بھی ہوئے ہیں اُس وقت انکو یا تو پرانی سطح پر چھوڑا جائے، جو پرانے تھے، ایک تجویز یہ ہے۔ یا کم از کم زمینی حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے انکو balance کیا جائے۔ ابھی میں ثروث کا کہتا ہوں 3 لاکھ 10 ہزار ہے۔ میرے اطراف میں تین، تین اضلاع ہیں اُنکی ڈیڑھ، ڈیڑھ لاکھ پر ہیں۔ مولانا عبدالواسع صاحب کی 3 لاکھ 50 ہزار سے بھی اوپر ہے۔ تو یہ کس طرح اُن کی تقسیم مجھے سمجھ نہیں آسکی ہے؟ اسی طرح آواران کے ساتھ انہوں نے چنگور ملا دیا ہے۔ کہاں چنگور کہاں آواران؟ ایران بارڈر کے پاس گیا ہے، یہ کوئی زمینی حقائق پر۔ یا تو یہ نقشے اس طرح بنائے گئے کہ یہ آپس میں لڑ جائیں، کیسز ہو جائیں اور الیکشن postponed ہو جائیں۔ یہ نہ بنانے والی بات ہے۔ یہ خراب کرنے والی بات ہے، مطلب کوئی ذی ہوش کوئی بھی اسکو نہیں کر سکتا۔ جبکہ میں اور مولانا صاحب پہلے گئے تھے، ہم سب گئے تھے، اُنکو آگاہ کیا تھا، کہ یہ جو آپ کر رہے ہیں یہ غلط کر رہے ہیں کیوں خراب کر رہے ہیں؟ ایک جگہ ڈسٹرکٹ کو priority دی گئی ہے دوسری جگہ آبادی کو priority دے دی گئی ہے۔ وہ اس طریقے سے، مجھے جو پتہ لگا ہے چمن کا۔ بولتے ہیں ایک حلقہ وہ ڈیڑھ، دو لاکھ آبادی کا ہے، دوسرا بھی ڈیڑھ دو اور تیسرا چار لاکھ آبادی کا ہے۔ یہ کونسی تقسیم ہے مجھے سمجھ نہیں آتی ہے؟ کونسی پٹوار سرکل کس کس کے ساتھ مل گیا ہے۔ زمینی حقائق پر میرے خیال میں کوئی ہے نہیں۔ ادھر جائیں، الیکشن کمیشن کے پاس بھیجتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے تو equal آبادی پر اُنکو بھجوائے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں۔ ادھر انہوں نے بیٹھ کر کے جو بھی انکے ساتھ کی ہے وہ غلط کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں اسی قرارداد میں میں ترمیم پیش کرتا ہوں کہ یہ جو پرانے حلقے اگر نئے حلقہ جات میں آتے ہیں تو بہت اچھا ہے۔ نہیں تو پرانے حلقہ جات کو واپس صحیح کیا جائے۔

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے۔ عبدالرحیم زیارتوال صاحب! ترمیم کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

قائد حزب اختلاف: میڈم اسپیکر! بنیادی طور قرارداد پر ہم پہلے بحث کر چکے ہیں۔

میڈم اسپیکر: جی ہاں بالکل بحث ہوئی ہے۔

قائد حزب اختلاف: اُس پر detail میں بحث ہوئی تھی۔

میڈم اسپیکر: جی، اُس وقت کچھ اراکین شاید نہیں تھے۔

قائد حزب اختلاف: اس وقت جو ایوان کے سامنے ہے، وہ بنیادی طور پر یہ ہے۔ جہاں تک جعفر خان

صاحب کے question کا تعلق ہے، یہ ہم میں سے کوئی بھی آدمی، کوئی بھی شہری وہاں اپیل کر سکتا ہے، درخواست

دے سکتا ہے اپنا نقشہ attach کر سکتا ہے ”کہ حلقے کو یوں کرو، حلقے کو وہ کرو“۔ یہاں آئینی جو قرارداد ہے، وہ

بنیادی طور پر یہ ہے کہ ہم اپنی قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کی سیٹوں کو بڑھانا چاہتے ہیں۔ اُس کی وہاں سے منظوری ہو۔ باقی جو طریقہ کار ہے، وہ پھر اُنکے rules کو follow کرتے ہوئے اُس پر ہم جائیں گے۔ اور جو دوست بات کر رہے ہیں، حلقہ بندیوں کی۔ میں پہلے دن آپکو بتا چکا ہوں جیسے کہ اُنہوں نے خضدار، قلات اور اُسکا ذکر کیا ہے۔ اسی طریقے سے ڈیرہ اسماعیل خان سے خانوزئی تک اور ڈیرہ غازی خان کے بارڈر سے پھر کوئٹہ کے اسپین کاریز تک قومی اسمبلی کا ایک حلقہ بنایا ہے۔ اب یہ جو حلقے بنائے ہیں، کس طریقے سے بنائے ہیں۔ یہ ہے کہ ہم قومی اسمبلی کے حلقوں کی تعداد میں اضافہ کریں۔ پھر جو ہمارے رقبے ہیں، جو اتنے دُور دُور، پانچ پانچ اضلاع میں جانے کیلئے روڈز، لنک روڈز بھی اُنکے پاس نہیں ہیں۔ تو اُس مسئلے کو حل کرنے کیلئے ہم لے آئے ہیں۔ اور اُس میں جو کمیٹی کی دوست بات کر رہے ہیں۔ یہ جو آئینی قرارداد ہے، اسی تک ہو۔

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے۔

قائد حزب اختلاف: دوسری قرارداد، اُس میں ہم ان تمام چیزوں کا ذکر کر چکے ہیں۔

میڈم اسپیکر: جی۔

قائد حزب اختلاف: اُس قرارداد کی کاپی آپ سے لے لیں گے۔ اُس پر پھر وہاں اُن سے اگر کوئی بات کرنا چاہے، اُن پر بات کریں گے۔ پہلی بات یہ ہے کہ ہم جس طریقے سے یہ حلقے بنائے گئے خصوصاً قومی اسمبلی کی۔ ہمارا جو بھی اُمیدوار، کسی بھی پارٹی کا ہوگا، وہ اُس دوران ان تمام جگہوں پر پہنچ ہی نہیں پائے گا۔ اب جب لوگ اُسکی شکل نہیں دیکھیں گے کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے۔ اُس کی بات نہیں سنیں گے۔ اب اُن سے رائے لینا، ووٹ لینا کیسا ہوگا؟ تو اس حوالے سے ہم یہ لے آئے ہیں۔ اور جس طرح کی صورت حال ہے، اس صورت حال کو ٹھیک کرنے کیلئے، پھر یہ جو imbalance ہوا ہے۔ چار لاکھ پر بھی حلقہ ہے، ڈیڑھ لاکھ پر بھی حلقہ ہے۔ یہ تمام چیزیں ایسی ہیں کہ ان پر غور کیا جاسکتا ہے، اس پر بات کی جاسکتی ہے۔ اور اُس قرارداد میں یہ تمام چیزیں موجود تھیں۔ تو میں پھر دوستوں سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ آئینی قرارداد ہے، من و عن اسکو منظور کریں۔

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے thank you مشترکہ آئینی قرارداد نہایت ہی عوامی نوعیت کی حامل ہے اور معزز

اراکین اسمبلی نے پہلے بھی پچھلے session میں بھی اور اس session میں بھی اپنے اپنے حلقہ انتخاب کی حلقہ بندیوں سے متعلق اپنے تحفظات کا اظہار کیا ہے اور اپنی مفید تجاویز دی ہیں۔ جیسے ہم سب کو معلوم ہے کہ بلوچستان رقبے کے لحاظ سے ملک کا سب سے بڑا صوبہ ہے اور آبادی میں اسکی خاطر خواہ اضافہ بھی ہوا ہے۔ تاہم مردم شماری اور حلقہ بندیوں کے نتیجے میں صوبے کی قومی اسمبلی کیلئے صرف تین نشستوں کا اضافہ جبکہ صوبائی اسمبلیوں کی

نشستوں میں کوئی اضافہ نہ ہونا یقیناً عوامی تشویش کا باعث بھی ہے۔ اور تمام ہمارے آئین بل ممبرز کیلئے including me سب کے لئے، اُس کے بارے میں reservations ہیں۔ اس وقت ایوان میں مشترکہ آئینی قرارداد پیش کی گئی ہے۔ اور، میرے خیال میں قرارداد ہی واحد ذریعہ ہے ہم عوامی نمائندوں کے پاس کہ وہ اپنے تحفظات متعلقہ جو concerned forums ہیں، اُن کی توجہ اس طرف مبذول کرائیں۔ چونکہ میں پہلے ہی اس پر ایک پارلیمانی کمیٹی تشکیل دے چکی ہوں۔ اور آپ کی منظوری کے بعد اس قرارداد کے ساتھ اور اُس دن کی قرارداد کو مشترکہ لے کے آپ لوگ جلد از جلد یہ پارلیمانی کمیٹی، میں انتظام کروں گی کہ آپ لوگ جائیں اور concerned forums پر جا کے اس پر بات کریں، جو بھی طریقہ کار آپ adopt کرنا چاہتے ہیں، کریں۔ تاکہ اس انتہائی اہم issue پر اس کا کوئی حل سامنے لایا جاسکے۔ اب میں آپ سے اس کی منظوری کیلئے پوچھتی ہوں۔ آیا مشترکہ آئینی قرارداد منظور کی جائے؟ مشترکہ آئینی قرارداد منظور ہوئی۔

میڈم اسپیکر: اس سے پہلے میرے علم میں آیا ہے کہ ہمارے سابق ایم پی اے اور سابق وزیر میر عبدالغفور لہری صاحب اس وقت ہال میں موجود ہیں۔ میں اپنی طرف سے اور تمام ممبران کی طرف سے انہیں welcome کرتی ہوں۔ اور ہمارے سابق اسپیکر، جمال شاہ صاحب اس وقت گیلری میں تشریف رکھتے ہیں، میں ان کو بھی ہال میں خوش آمدید کہتی ہوں۔

میڈم اسپیکر: میر سرفراز احمد بگٹی صاحب، میر عاصم کردگیلو، سید محمد رضا صاحب، صوبائی وزیر اور جناب عبدالرحیم زیارتوال، قائد حزب اختلاف، ڈاکٹر عبدالملک بلوچ صاحب، سردار عبدالرحمن کھیتراں، ڈاکٹر شمع اسحاق صاحبہ، محترمہ یاسمین لہری صاحبہ، محترمہ معصومہ حیات صاحبہ، محترمہ سپونزمنسی اچکزئی صاحبہ، محترمہ عارفہ صدیق، اراکین اسمبلی میں سے کوئی ایک محرک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 111 پیش کریں۔ جی معصومہ حیات صاحبہ۔

محترمہ معصومہ حیات: شکریہ میڈم اسپیکر صاحبہ! ہر گاہ کہ ضلع ہرنائی کے علاقے زرغون غر میں گیس کی بہت سے کنوئیں کامیاب ہو چکے ہیں۔ لیکن پندرہ سال کے بعد گیس کا ایک کنواں کوئٹہ سے لنک کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ زرغون غر کی گیس کا شمار دنیا کی اعلیٰ کوالٹی میں ہوتا ہے۔ ماری گیس کمپنی نے زرغون گیس کے کنوئیں کو سوئی سدرن گیس کمپنی کے حوالے کیا ہے۔ لیکن ماری گیس کمپنی نے مذکورہ کنوئیں کو حوالے کرتے وقت معدنی ایکٹ اور آئین پاکستان میں علاقے کیلئے طے شدہ اخراجات کیلئے سوئی سدرن کو پابند نہیں کیا ہے اور علاقے کے مکینوں کیلئے کچھ بھی طے نہیں کیا ہے۔ جس کی وجہ سے سوشل سیلٹر، سرورسز اور خود اس ضلع کو گیس کی فراہمی اور دیگر مراعات سے محروم رکھا گیا ہے۔ رانٹھی کی مد میں حساب کتاب کے بغیر برائے نام رانٹھی کے نام پر حقیر رقم مہیا کرنا ضلع ہرنائی کے عوام کی حق تلفی

کے مترادف ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ وہ ماری گیس کمپنی کو پابند کرے کہ وہ زرغون غر کے عوام کو سوشل سیکٹر، سروسز اور انکے لئے گیس کی فراہمی کو یقینی بنانے کیلئے عملی اقدامات کرے تاکہ علاقے کے عوام میں پائی جانے والی تشویش اور احساس محرومی کا خاتمہ ممکن ہو سکے۔

میڈم اسپیکر: مشترکہ قرارداد نمبر 111 پیش ہوئی۔ کیا محرکین میں سے کوئی ایک اسکی admissibility کی وضاحت کریں گے؟ جی سرفراز احمد بگٹی صاحب! منسٹر ہوم۔

میر سرفراز احمد بگٹی (وزیر داخلہ و قبائلی امور): شکر یہ میڈم اسپیکر! یہ بہت ہی اہمیت کی حامل قرارداد ہے۔ کیونکہ ہمارا کچھ تجربہ بلوچستان کا، ڈیرہ بگٹی کے حوالے سے تلخ رہا ہے، تو ماڑی گیس کیونکہ ابھی کافی عرصہ ہو گیا ہے۔ لیکن پھر بھی ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کچھ تازہ تازہ یہ شروع ہوا ہے۔ تو آج بہترین موقع ہے کہ اس ایوان سے جو عوام کا نمائندہ ایوان ہے، یہاں سے یہ آواز بلندی کی جائے کہ جو یہ زیادتیوں کا سلسلہ ہے، اور آئین کا آرٹیکل 158 اس پر میڈم اسپیکر! بڑا clear ہے کہ جو بھی ذخائر، جس بھی علاقے سے نکلیں گے سب سے پہلا حق اُنکے استعمال کا اُس علاقے کا ہے۔ تو اسمیں زرغون کی گیس میں سب سے پہلا حق ہرنائی ڈسٹرکٹ کا ہے اور ہرنائی ڈسٹرکٹ کے بعد Province of Balochistan کا ہے۔ اُس کے بعد پھر وہ لوگ اُس کو استعمال کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ لیکن ساتھ ساتھ انٹرنیشنل لاء ہے CSR کی صورت میں cooperate social responsibility کی صورت میں، جو اُس علاقے میں لگنا ہے۔ اور ہماری اس قرارداد کی صورت میں ایک ترمیم کی ریکوئسٹ کرتا ہوں۔ اگر آئین میں ممبرز مانیں کہ وہاں جو منتخب نمائندہ ہے اور وہاں کا جو ڈپٹی کمشنر ہے، ایم پی اے اور ڈپٹی کمشنر کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنے۔ جو CSR کو استعمال کریں۔ جو اُن پیسوں کو استعمال کریں کہ کہاں پر لگانے ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے میڈم اسپیکر! کہ میں اکثر پاکستان پیٹرولیم لمیٹڈ اور OGDCL سے یہ کہتا رہتا ہوں کہ ضرورت ہمیں ٹوپی کی ہے اور آپ ہمیں چھتری دیتے ہیں۔ گوکہ چھتری ایک اچھی چیز ہے لیکن ہماری ضرورت کا احساس ہم سے بہتر کسی کو نہیں ہو سکتا۔ عوامی نمائندوں سے بہتر کسی کو نہیں ہو سکتا۔ یا وہاں کا جو civil structure ہے، جس میں ڈپٹی کمشنر custodian ہوتا ہے ڈسٹرکٹ کا۔ اُس سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا۔ تو وہاں اسلام آباد میں ایر کنڈیشن کروں میں بیٹھ کے CSR کو۔ پھر اُس CSR کو ہرنائی میں خرچ کرنے کے بجائے بلوچستان میں خرچ کریں۔ وہ اپنی ساری CSR کو اکٹھا کرتی ہے وہ کمپنی اور اسکو پھر different صوبوں میں اور بسا اوقات جو کمپنیاں ملک سے باہر کام کرتی ہیں، وہ وہاں بھی خرچ کرتی ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ جو income یہاں سے آرہی ہے، ماڑی گیس کو، ماڑی گیس کمپنی کو اُس کا بھی ہمیں پتہ ہونا چاہیے، کہ انکو ادھر سے کتنی income آنی چاہیے۔ اور وہ income

پھر کہاں خرچ وہ کر رہی ہے۔ کیونکہ ہم اُسکے پارٹنر ہیں اٹھارہویں ترمیم کے بعد، گواسمیں تھوڑی سی confusion ہے، آرٹیکل 172 کے حوالے سے۔ لیکن ہم پھر بھی سمجھتے ہیں کہ آج جو کچھ وہاں سے جو earn کر رہے ہیں، اُسکے CSR کا ہمیں معلوم ہونا چاہیے، صوبائی حکومت کو۔ وہاں کے لوگوں کو، اور وہاں کے لوگوں پر خرچ ہونا چاہیے۔

secondly یہ ہونا چاہیے میڈم اسپیکر! یہاں دو کمپنیاں ہیں۔ ایک وہ جو explore کر رہی ہے۔ اور وہ ہے ماڑی گیس۔ اور ایک وہ جو آگے گیس بچ رہی ہے۔ یعنی وہ سوئی سدرن گیس کمپنی لمیٹڈ کو دے رہی ہے۔ اور وہ آگے پھر صارفین کو بیچتی ہے۔ تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ دونوں کمپنیاں جو اپنا profit لے رہی ہیں، اُسکا جو CSR کا حصہ بنتا ہے، وہ ضلع میں خرچ کریں۔ بلوچستان میں خرچ کریں۔ اور بد قسمتی سے ہمارے دوست سارے اٹھارہویں ترمیم میں یہ چیز کروا چکے ہیں کہ ایک خاص پرنسٹیج ہے، جو یہاں آئیگی، جو رائلٹی کی مد میں صوبائی حکومت کو ملے گی۔ اُسمیں پھر یہ شق موجود ہے کہ اُس کا 10% اُس ضلع پر خرچ ہو۔ لیکن unfortunately ہماری ہی حکومت اُسکی violation کرتی رہی ہے۔ اور میں ہر دفعہ اُسکی کابینہ میں بھی اور صوبائی اسمبلی میں اور کور کمیٹی جو بجٹ بناتی ہے۔ زیارتوال صاحب اس بات کے گواہ ہیں کہ میں اُس issue کو اٹھاتا رہا ہوں۔ کہ ہم مرکز سے تو لڑتے رہے کہ آپ ہمارا حصہ ہمیں دے دیں۔ انہوں نے دے دیا اٹھارہویں ترمیم کے بعد پھر ہمارے اوپر یہ فرض ہے کہ اُسکا 10% ہم اُس ضلع پر خرچ کریں۔ لیکن بد قسمتی سے ہم اُس پر implement نہیں کر پائے۔ گو کہ ڈاکٹر مالک نے اور نواب صاحب نے کچھ علاقوں کے حصے بڑھائے ہیں، کچھ جلی بار ہرنائی کا بھی بڑھایا تھا۔ اور ڈیرہ بگٹی کا۔ لیکن جو 10% ہے وہ مہیا نہیں کیا جا رہا ہے۔ تو میں اس ایوان سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ اس قرارداد کو جو بہت اہمیت کی حامل ہے، اسکو پاس کیا جائے۔ اور unanimously پاس کیا جائے اور فیڈرل گورنمنٹ سے یہ کیس take up کیا جائے، Article 158 اور Article 172 کی صورت میں۔ 172 میں میڈم اسپیکر! کیونکہ کچھ confusion ہے، کچھ دوستوں کا یہ خیال ہے ایک school of thought ہے کہ یہ اٹھارہویں ترمیم سے پہلے جہاں exploration ہوئی ہے، اُس پر implement نہیں ہوتا ہے۔ اور کچھ کا خیال ہے نہیں اٹھارہویں ترمیم سے پہلے بھی جو petroleum concessions ملے ہیں، اُس پر بھی اُسکا implement ہوتا ہے۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ اُس پر implement نہیں ہوتا ہے، جو پہلے ہوئے ہیں۔ لیکن اب ہم ڈھائی percent minimum investment کرینگے۔ اور وہ بھی investment میڈم اسپیکر! میں ہال کو apprise کرتا جاؤں کہ وہ اُس صورت میں ہوگا کہ ہم نے ایک اپنی پیٹرولیم کمپنی بنانی ہے۔ لیکن unfortunately میں اُسکا مورد الزام ظاہر ہے اپنے ان دوستوں کو جو یہاں بیٹھے ہیں، جس کو ہم بیوروکریٹس

کے نام سے جانتے ہیں، سیکرٹری صاحبان تو تکلیف نہیں کرتے ہیں یہاں آنے میں۔ یہاں بھی اکثر ہمارے ہی لوگ بیٹھے نظر آرہے ہیں۔ اور انکو ہونا چاہیے یہاں۔ بار بار آپ کی رولنگ کے باوجود۔ میں حیران ہوتا ہوں یہ انکا یہ late back attitude ہے کیوں؟ یہ بلوچستان کو کیوں پیچھے دھکیلنا چاہتے ہیں؟ why؟، اکثریت اُن کی وہ بلوچستان کی ہے، they are son of soils وہ اس مقدس ایوان کو اتنا non serious لیتے ہیں؟ کہ آج شاید ایک سیکرٹری صاحب یہاں تشریف رکھتے ہیں there is nobody، کب تک ہم انکی اس late back attitude کو tolerate کرتے رہیں گے؟ ہمیں انکی late back attitude کو tolerate کرنا ہے۔ اور میڈم اسپیکر! Being the custodian of the House. ہماری government کی یہ responsibility ہے لیکن as a custodian of the House آپ کی responsibility ہے کہ انکو اگر suspend کرنا پڑتا ہے تو please don't hesitate. میڈم اسپیکر! وہ تو ہم نہیں کر سکتے ہیں، Being a government آپ سی ایم صاحب سے ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ ایک دفعہ پھر نہیں، کیونکہ ہم مسلسل letters لکھ سکتے ہیں، جو ہمارا اختیار ہے، ہم اُس کے تحت آپ سے ہی کہہ سکتے ہیں، گورنمنٹ سے کہ آپ انہیں پابند کریں چیف سیکرٹری صاحب کو اور جتنے بھی ہمارے سیکرٹریز ہیں، اُن کو کہ وہ ہال میں آئیں۔ آپ کی بات بالکل درست ہے ہم محسوس کرتے ہیں۔ سردار عبدالرحمن کھیتراں صاحب ہمیشہ اس طرف توجہ دلاتے ہیں۔ اور last time تو انہوں نے کہا تھا کہ ابھی ہم ادھر یہاں center میں بیٹھ کر اس پر احتجاج کریں گے۔

وزیر داخلہ و قبائلی امور: میں اُس احتجاج کا حصہ ہوں گا، اگر عبدالرحمن صاحب ادھر center میں احتجاج کرتے ہیں۔ دیکھیں! یہ تین قراردادیں ہیں جو کہ انرجی سیکرٹری سے related ہیں۔ And in my life in these four and half years, I have never seen that Secretary sitting here.

میڈم اسپیکر: کون سے سیکرٹری؟

وزیر داخلہ و قبائلی امور: سیکرٹری انرجی اور سیکرٹری واٹر۔ دیکھیں! ہمارا ہاں سب سے بڑا issue یہی

سیکرٹری انرجی اور سیکرٹری واٹر کا ہے۔ And he never wants to come here, why?

میڈم اسپیکر: جی۔

وزیر محکمہ داخلہ و قبائلی امور: They should be an accountability for them also.

We are accountable to the people. ہم پانچ سال بعد، ابھی چھ مہینے بعد ہم جائیں گے لوگوں میں۔ ان کی کوئی accountability ہی نہیں ہے۔ Nobody dares to talk about them, Why? ہم سب نے ان کا کرنا ہے۔ اور چیف منسٹر صاحب بھی وہاں چیمبر میں سن رہے ہیں۔ وہ ہوتے بھی تو میں یہی باتیں کرتا آغا صاحب!۔۔۔ (مداخلت)

میڈم اسپیکر: please لیاقت آغا صاحب! آپ بیٹھ کر بات نہیں کریں آپ اجازت لے کر بات کریں آپ سینئر پارلیمنٹیرین ہیں۔

وزیر داخلہ و قبائلی امور: میڈم اسپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ اس قرارداد کے لیے میں ایک بار پھر ریکونسٹ کرتا ہوں کہ اس کی کمپنی بنی ہے، اس concession کے تحت۔ اس میں پھر Government of Baluchistan two and half percent investment minimum ہے جو کہ اس کا partner بن سکتا ہے، Artical 172 کے بعد۔ 158 کو تو من وعن implement ہونا چاہیے۔ Council of Common Interest میں بھی یہ issue، کیونکہ میں چیف منسٹر کے behalf پر پچھلی اُس میں جا رہا تھا لیکن وہ postponed ہو گئی۔ میں نے اس کو top priority میں رکھا تھا کہ ہم یہ بات کریں گے کہ یہ ہمارا اور بلوچستان کے لوگوں کا right ہے۔ کسی بھی صورت میں فیڈریشن کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ ہمارے rights پر اس طرح شب خون مارے۔ تو میں تمام ایوان سے ایک مرتبہ پھر یہ گزارش کرتا ہوں کہ اس important قرارداد کو unanimously پاس کریں اور جو ہرنائی ڈسٹرکٹ ہے یا اس طرح کے جو اور ڈسٹرکٹس ہیں، جہاں سے petroleum concessions award ہو چکے ہیں۔ جہاں سے income آرہی ہے فیڈرل گورنمنٹ کو، companies کو، اور پرائونٹل گورنمنٹ کو۔ ان کی حالت زار قابل ترس ہے۔ شکر یہ میڈم اسپیکر۔

میڈم اسپیکر: بگٹی صاحب! آپ نے ابھی جو یہ کہا، 20 مارچ کو میں نے رولنگ دی تھی اور اُسکے بعد میں نے ایک لیٹر بھی لکھا چیف سیکرٹری صاحب کو، چونکہ آپ اس وقت گورنمنٹ کی نمائندگی کر رہے ہیں، ہم لیٹر لکھتے ہیں اور اس ایوان کی عزت وہ گورنمنٹ کے تمام ممبران کروائیں گے، تو اس ایوان کی عزت ہوگی۔ ہم اپنے اختیار کے تحت جو کر سکتے ہیں وہ ہم کر رہے ہیں لیکن یہ کہنا کہ جی! میں کوئی رولنگ بھی دے دوں تو اُس پر عملدرآمد بھی گورنمنٹ نے کرنا ہے۔ تو میں آپ سے یہ کہتی ہوں کہ آپ دوبارہ، میں فی الحال یہ نہیں کہتی، آپ ایک آخری موقع انہیں دے دیں کہ اسمبلی میں، اسمبلی ایک ایسا ایوان ہے، جہاں تمام، ہم سب ممبرز آپ لوگ، ہم سب ووٹ لے کر

آئے ہیں عوام سے اور عوام کے نمائندے ہیں اور عوام کے مسائل پر گھنٹوں بحث کرتے ہیں۔ عملدرآمد جو ہوتا ہے وہ بیوروکریسی کا کام ہوتا ہے۔ تو میں آپ سے دوبارہ کہتی ہوں کہ انکو پابند کریں کہ یہ اسمبلی میں تشریف لائیں۔ سی ایم صاحب سے بھی میٹنگ کروں گی۔ اور اُس کے بعد بھی اگر نہ ہوا تو پھر ایک انتہائی قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔

وزیر داخلہ و قبائلی امور: میڈم اسپیکر! میں آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ انکا یہ late back attitude اور یہ جو ہماری طرف سے جو ایک tolerance ہے انکی طرف ہمیشہ، اُسکی وجہ سے یہ چیز خراب ہو رہی ہے۔ آپ اس سے imagine کریں کہ ایک sitting minister بے بس ہے کہ وہ یہ کہہ رہا ہے کہ جی! آپ کوئی رولنگ دیں، تو یہ آجائیں۔ تو یہ means that کہ وہ بات سننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔

میڈم اسپیکر: اس پر سی ایم صاحب سے بات کر لیتے ہیں۔

وزیر داخلہ و قبائلی امور: جی! سی ایم صاحب سے بات کرینگے۔ میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ کاہینہ نے ایک فیصلہ کیا تھا اور یہ decision لیا تھا کہ ہم اپنے جو ہمارے میڈیکل کے YDA والے ہیں، یگ ڈاکٹرز ایسوسی ایشن ہے اُنکے ساتھ ایک بحث ہوئی تھی۔ اور اُس مذاکرات کا میں بھی حصہ تھا، زیارتوال صاحب بھی تھے، ہمارے ex health minister صاحب بھی تھے۔ کہ 600 پوسٹیں ہم create کرینگے، 2017-2018ء میں۔ cabinet نے اُسکا decision دیا۔ SNE meeting میں وہ approve ہوئے۔ لیکن ایک ایڈیشنل سیکرٹری نے وہ سارے کے سارے drop کر دیئے۔ تو look at them کہ یہ اپنے آپکو کوئی خدا سمجھتے ہیں، یہ صوبہ اگر انہوں نے چلانا ہے تو ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں۔ تو میں بڑا I am sorry میں اس طرح کی language استعمال نہیں کرتا ہوں۔ لیکن میں بڑا disappointed ہوں۔ ان کی اس attitude سے کہ We are elected representative of this province. اور یہ حکومت ہم نے چلانی ہے۔ حکومت ان لوگوں نے نہیں چلانی ہے۔ وہ ہمارے subordinate ہیں۔ They must behave like a subordinate. اور اس ایوان سے یہ آواز جا رہی ہے تاکہ اُن پر شاید کوئی اثر پڑ جائے۔ شکر یہ۔

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے، thank you۔ جی آغا لیاقت صاحب!

آغا سید لیاقت علی: شکر یہ میڈم اسپیکر! بگٹی صاحب کی اس بے بسی پر مجھے ہنسی آرہی ہے کہ ایک ایڈیشنل سیکرٹری cabinet کی decision کو over rule کرتا ہے۔ any-how جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ تو میڈم اسپیکر! یہ قرارداد جو اس وقت لائی گئی ہے، یہ بڑی important ہے۔ اور یہ اس نوعیت کی قرارداد ہے۔ اگر آپ کو یاد

ہو، آج سے ڈیڑھ دو سال پہلے بھی آئی تھی۔ اور پھر آپ کی بڑی نوازش کہ آپ نے ماٹری گیس کمپنی کے بریگیڈیئر سلیم کو آپ نے بلایا تھا۔ اور وہ آیا تھا یہاں۔ اور اُس نے جو ہمارے ساتھ زرغون غر کے باسی تھے یا جو original ادھر کے لوگ تھے، آصف اُس کا نام تھا۔ آپ سے بھی میں نے ملوایا تھا اگر آپ کو یاد ہو۔ اُسکے ساتھ promise کیا تھا کہ ہم یہ ڈو پلپمنٹ لازمی کریں گے۔ اور جیسے constitution میں 18th amendment کے تحت، جسمیں 168 کے تحت کہ جدھر سے جو گیس نکلتی ہے، پہلے اُس علاقے کا جیسے بگٹی صاحب نے فرمایا اسی کا حق ہے۔ اُس نے اسکو تسلیم کیا۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد وہ یہاں سے چلا گیا۔ اور اُس نے کوئی بھی کام نہیں کیا۔ میں خود زرغون غر چلا گیا۔ میں نے کہا کہ دیکھوں کہ کیا ہوا ہے؟ ایک تین کمروں کا اسکول وہاں بنایا گیا تھا۔ اور ایک واٹر کولر وہاں لگایا گیا تھا۔ یہ ڈو پلپمنٹ تھی اس زرغون غر کی۔ میڈم اسپیکر! آئین کے تحت، 158 میں یہ clear cut ہے کہ جدھر سے گیس نکلتی ہے وہ گیس اُس علاقے کا سب سے پہلے حق ہے۔ جس طرح بگٹی صاحب نے کہا کہ گیس اُس علاقے کو مہیا کی جائے گی۔ یہی مثال آج سے کوئی چھ مہینے پہلے میں نے یہی کہا تھا کہ کوہاٹ میں جو گیس نکلتی ہے، وہاں 35 کلومیٹر radius میں فری گیس دی جا رہی ہے۔ یہاں 1950ء میں ہماری گیس نکلتی ہے اور آج بھی ڈیرہ بگٹی خود گیس سے محروم ہے یہ ظلم ہے۔ پھر میڈم اسپیکر! ہمیں جو ایک اور بڑا بلنڈ رہا ہے وہ یہ ہے کہ ماٹری گیس جدید، اب یہ گیس ڈو پلپمنٹ، یہ well ہے جو یہاں سے گیس developed ہوئی ہے۔ اور یہ بھی ہمارے بلوچستان کی اُس پرانی رائٹٹی پر یہ لوگ consume کر رہے ہیں۔ اور اُسی رائٹٹی پر اسکو بھی same جس طرح 1950ء میں ہمارا سوئی اور پیر کوہ سے گیس لیجا رہی ہے۔ اُسی رائٹٹی پر ہم سے لیجا رہی ہے۔ جبکہ اسکے مقابلے میں سندھ کی گیس، KPK کی، پنجاب کی جو گیس نکلتی ہے وہ نئی نرخ پر رائٹٹی اُنکی دی جاتی ہے۔ مثلاً ہماری جو per cubic feet ہے، وہ دو روپے کچھ پیسے charge کرتے ہیں۔ اور اُس پر ہمیں رائٹٹی ملتی ہے۔ جبکہ ہمارے مقابلے میں سندھ کی گیس کوئی ساڑھے چودہ روپے cubic feet اُسکی قیمت charge کرتے ہیں اور ساڑھے چودہ روپے پر اُن کو رائٹٹی دی جاتی ہے۔ تو یہ difference ہے ہمارا اور اُن کا۔ ہم pioneers ہیں۔ ہم نے ساری دنیا سے زیادہ گیس اس پاکستان کو، اس ملک کو دی ہے۔ پھر وہی بات آجائے گی کہ ”ہم ادھر وہ ملک کے خلاف بولتے ہیں“، ہم ملک کے خلاف نہیں بولتے ہیں۔ لیکن یہ ظلم کب تک ہمارے ساتھ ہوتا رہے گا؟ آپ دیکھ لیں کہ KP میں جو گیس ماٹری گیس کے ساتھ نکلتی تھی وہاں تو اب انہوں نے 35 مربع کلومیٹر radius میں اب فری گیس دے رہے ہیں۔ ہماری گیس 1950ء میں نکلتی ہے تو ابھی تک ڈیرہ بگٹی کو وہ گیس انہوں نے نہیں دی ہے نہ سوئی کو دی ہے۔ تو میرا مقصد یہ ہے کہ زرغون گیس کو سب سے پہلے اُس علاقے کے جو لوگ ہیں، دس

radius کلو میٹر میں، اُنکو فری دی جائے نمبر 1۔ نمبر 2 جو income جیسے ہمارے بگٹی صاحب نے کہا، اُنکو بڑا تجربہ ہے کہ جو income وہاں سے ماٹری گیس کمار ہی ہے۔ اُس کا بیلنس شیٹ آج تک میرے خیال میں بلوچستان گورنمنٹ کو اُنہوں نے produce نہیں کیا ہے۔ یہ لائنس میں mention ہے میں وہ پیرا بھول گیا کہ پیرا نمبر کیا ہے۔ کہ ہر سال ending of the budget ہے یا tax year ہے، جو end ہوتا ہے وہ کسی کا ستمبر میں ہوتا ہے، کسی کا جون میں، کسی کا دسمبر میں۔ اُس period میں یہ bind ہیں کہ یہ بلوچستان گورنمنٹ کو produce کرینگے اپنا profit and loss account۔ آج تک انہوں نے نہیں کیا ہے۔ اور جس طرح ہمارے سیکرٹری صاحبان سوئے ہوئے ہیں، اُنکو تو صرف وہ انرجی کا، وہ ایک tour پر لے جاتے ہیں۔ پرسوں ترسوں کرنل صاحب یہاں تشریف لائے تھے۔ اور میرے سامنے اُس نے ایک سیکرٹری سے کہا ”کہ جی! آپکو ہم foreign tour پر لے جائیں گے،“ میں نے کہا ”کہ اسکو تو لے جاؤ گے۔ یہ جو میں اتنا بڑا بیٹھا ہوں اور کمیٹی کا چیئرمین بھی ہوں، مجھے کیا کرو گے؟“ تو یہ حال ہے۔ میڈم اسپیکر! اب میں آتا ہوں نواب اکبر خان بگٹی صاحب، یہ 1987ء کا قصہ ہے۔ PPL کو آشنائی صاحب خرید رہے تھے۔ اس پر فیصلہ بھی ہو گیا تھا، قیمت بھی طے ہو گئی تھی۔ transaction of money جو تھی وہ ہونا تھی۔ نواب صاحب کو پتہ چلا انہوں نے straight away اعلان کیا کہ PPL کو نہیں بیچا جائے گا۔ اگر بیچا جائے گا تو یہ بلوچستان کو بیچا جائے گا۔ I was the record اگر اُس وقت کے ڈان اخبار کو آپ نکالیں 1987ء کے میں مہینہ بھول گیا ہوں I was the President of the Chamber of Commerce of Balochistan. میں نے بھی اس پر statement دیا کہ نواب صاحب بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ بلوچستان کی ساری پارٹیاں تیار ہیں، ہم یہ PPL سے خریدنے کے لیے تیار ہیں۔ پھر بلوچستان گورنمنٹ کی اس بات پر آشنائی صاحب کو وہ نہیں بیچا گیا۔ آج آپ دیکھ لیں کہ سوئی سدرن گیس، یہ ماٹری گیس سے گیس خرید رہی ہے۔ سوئی سدرن گیس کا سب سے زیادہ منافع اس وقت بلوچستان سے ہے۔ اس وقت بھی ملک کا جو گیس پروڈکشن ہے وہ ہمارے ذریعے سے اس صوبے کے ذریعے سے ہے۔ ہماری سب سے زیادہ آمدنی ہے اسمیں۔ اسلئے کہ سوئی سدرن گیس ہمیں اسکی payment بڑی low وہ رائلٹی دیتی ہے۔ اور باقی صوبوں کو گو کہ اُنکا ratio ہمارے سے زیادہ ہے پروڈکشن کا۔ اُن کو انہوں نے market rate پر، اس وقت وہ رائلٹی دے رہے ہیں۔ تو منافع میں ratio of profit بلوچستان کا سب سے زیادہ ہے۔ لیکن کیا ہے کہ آج جو گیس زرغون غر سے نکلتی ہے جس کو اس وقت کوئٹہ کے ساتھ connect کیا گیا ہے۔ سوئی سدرن گیس بھی، پرانے کو تو چھوڑیں، اس نئے کا بیلنس شیٹ آج تک اُس نے بلوچستان کو

submit نہیں کیا ہے۔ تو میری اس سلسلہ میں یہ ایک گزارش ہے کہ ہمارے ساتھ یہ زیادتیاں کیوں ہو رہی ہیں؟ آپ ہمیں، جو ملک میں گیس کی دوسری price چل رہی ہیں وہ نہیں دے رہے ہیں۔ آپ ہمیں رائیلٹی کا وہ ratio نہیں دے رہے ہیں۔ آپ ہمارے ان علاقوں میں جیسے اس وقت KPK میں آپ نے دیا ہے۔ تیس، پینتیس کلو میٹر radius میں آپ فری گیس دے رہے ہیں۔ اور ہماری جو 1950ء سے نکلی ہے۔ آج تک سوئی میں ان غریبوں کو نہیں ملی ہے۔ زرغون غریبوں کو لوگوں کو دمڑوں کو آج تک گیس نہیں دی گئی ہے۔ ایک اسکول نہیں دیا گیا ہے۔ میرے خیال میں یہ تو ہمت ہے وزیر صاحب کی، سرفراز بگٹی صاحب کی یا نواب اکبر خان بگٹی کی، جو انہوں نے تھوڑے بہت اسکول یا دوسری چیزیں ڈویپ کر وادی ہیں، PPL سے۔ otherwise یہ بالکل دینے کے لیے تیار نہیں ہیں نہ یہ دینگے نہ یہ کسی اور کو دیں گے۔ تو میری یہ گزارش ہے، جو ہم نے قرارداد جو بھی آئی ہے، اسکو پاس کیا جائے۔ اور strictly، جیسے آپ نے یہ کمیٹی بنائی ہے۔ کمیٹی کو پابند کیا جائے کہ وہ اس پرسوئی سدرن گیس، plus ماڑی گیس کے ساتھ بات چیت کریں۔ اور جو ہمارے حقوق ہیں وہ ہمیں دلائے جائیں۔ شکر یہ۔

میڈم اسپیکر: جی میر عبدالکریم نوشیروانی صاحب!

میر عبدالکریم نوشیروانی (وزیر ایکسٹرنل ریلیشنز): thank you میڈم! شعر سناتا ہوں last میں ایک چیز، میں تو حیران ہوں کہ یہ قرارداد تو نیشنل اسمبلی کا subject ہے اور سینیٹ کا subject ہے۔ ہمیشہ، ہم نے پہلے بھی کہا تھا آپ لوگ جو قراردادیں لاتے ہیں ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اگر آپ کی نیشنل اسمبلی ممبرز جو وہاں نیشنل اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یا آپ کے سینیٹرز جو سینیٹ میں بیٹھے ہوئے ہیں ان کو چاہیے کہ بلوچستان میں ایسی قرارداد لائیں وہاں اس کو implement کر لیں۔ 1952ء میں سوئی میں گیس پیدا ہوئی، آج تک کوئٹہ شہر کو پوری گیس نہیں ملی ہے۔ کسی علاقے میں نہیں آپ اندازہ کریں سوئی کا سرفراز جان وہاں کا باشندہ بھی ہیں، لوکل ہیں انکی اپنی property بھی ہے تو آپ یہاں چلا رہے ہیں کہ یہ قرارداد پاس کریں۔ آپ کیا بات کرتے ہیں آپ اپنے ممبر صاحبان سے کہیں کہ نیشنل اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ہیں، آپ مراعات لے رہے ہیں، آپ لوگ فنڈ لے رہے ہیں پلاٹ لے رہے ہیں بیرونی دورہ کر رہے ہیں۔ مہربانی کر کے بلوچستان کے بارے میں بھی سوچیں کہ یہاں سے قرارداد پاس ہو کر، میں نے پہلے عرض کیا کہ 85ء سے میں آ رہا ہوں اس اسمبلی میں آج تک ایک قرارداد کے بارے میں میڈم! آپ مجھے بتائیں implement ہوا ہے وہاں؟ کوئی عملدرآمد نہیں ہوتا ہے وہاں۔ قرارداد آپ کی چلی جاتی ہے۔ آپ کے نیشنل اسمبلی کے ممبران جو بلوچستان سے belong کرتے ہیں وہ تو خاموش ہیں۔ کیوں خاموش ہیں؟ اس لیے کہ وہ مجبور ہیں یا انکی بات کوئی سننے والا نہیں ہے۔ اگر نہیں ہیں تو resign دیں۔ آپ

سب کو چھوڑ دیں آپ سینڈک project کو دیکھیں۔ سینڈک کی 20 سال سے پروڈکشن شروع ہے۔ سینڈک کو کیا دے رہے ہیں آپ بلوچستان میں؟ ریکوڈک ہے 11 سو دفعہ یہ چلے جاتے وہاں فیصلہ ہوتا ہے اُسکے بعد واپس جب آتے ہیں تو implement نہیں ہوتا۔ کیوں نہیں ہوتا؟ جیسے آپ نے کہا تھا کہ بلوچستان میں جو معدنیات ہیں، قانوناً بلوچستان کا حق ہے۔ جب تک میڈم! آپکے بلوچستان کے نیشنل اسمبلی کے ممبران اور وہاں کے سینیٹرز وہ خود وہاں قرارداد نہیں لاتے ہیں۔ تو بلوچستان کی قراردادوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جب بھی جاتے ہیں تو ردی کی ٹوکری میں ان کو ڈال دیتے ہیں۔ کہتے ہیں ”پرے کران کو“۔ تو میں اس کی حمایت کرتا ہوں اور ساتھ ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ مہربانی کریں۔ آپ کمیٹی تشکیل دیں، یہ قرارداد بلوچستان کے حقوق اور بلوچستان کے خاطر پورے صوبے کے مفاد میں ہے۔ کمیٹی تشکیل دیں اور کمیٹی جا کر rush کرے۔ تاکہ وہاں اُس پر عملدرآمد ہوں۔

thank you پاکستان زندہ باد، بلوچستان پائندہ باد۔ والسلام۔

میڈم اسپیکر: thank you میر صاحب۔ رحیم زیارتوال صاحب! بابت صاحب please آپ بیٹھ کے اس طرح سے بات نہیں کریں۔ جی رحیم زیارتوال صاحب!

قائد حزب اختلاف: شکریہ میڈم اسپیکر! فی البدیہہ شاعری شروع ہوگئی ہے پھر پتہ نہیں کیا ہوگا۔

میڈم اسپیکر: Please don't cross talks, Floor is with Mr. Abdul

Raheem Ziaratwal Sahib.

قائد حزب اختلاف: میں قرارداد پر جانے سے پہلے سرفراز صاحب کو، چیف منسٹر یہاں صاحب نہیں ہیں۔ اُن کی توجہ چاہتا ہوں سرفراز بھائی! یہ جو بیورو کریسی کی غیر حاضری ہے، اسمیں تو یہاں تک سیشن کے دوران، اجلاس کے دوران رولنگ بھی آئی ہے اور اجلاس کے دوران کئی مرتبہ باہر گیا ہوں اور اُنکو بلایا ہے۔ آپ جتنے دوست ریٹری پنچر پر آج بیٹھے ہیں۔ آپ کو، جیسے کہ یہ قراردادیں ہیں۔ جب آپ کے سیکرٹری کو یا کسی بھی ڈیپارٹمنٹ کے سیکرٹری کو اس حوالے سے یہ معلوم نہیں ہے کہ آج یہاں کیا debate ہوگی۔ اور متعلقہ منسٹر جو بھی ہے وہ کیا جواب دے گا۔ جواب تو انکی جانب سے brief ہونا چاہیے منسٹر کو کہ یہ اس طریقے سے اور وہ اُس طریقے سے ہے۔ اب یہ جو صورتحال ہے اسکو ٹھیک کرنے کے لیے پابند بنانا ہوگا۔ یہاں کوئی وائسرائے نہیں ہے۔ وائسرائے کی حیثیت سے صوبے میں duty سرانجام نہ دیں۔ سب سے پہلے چیف سیکرٹری کا ہونا یہاں must ہے۔ یہاں چیف سیکرٹری کو ہونا چاہیے۔ پھر اُسکے بعد ڈیپلٹمنٹ کے سیکرٹری کو ہونا چاہیے۔ پھر اُسکے بعد باقی جتنے بھی سیکرٹریز ہیں۔ جب وہ آئیں گے تو یا وہ نہیں آئیں گے تو اُس کی وجہ سے کوئی بھی سیکرٹری آپکی اسمبلی کی کارروائی کے لیے نہیں آتا۔ میں

صرف اتنا کہتا ہوں آپ میرے ساتھ تھے۔ اب irrelevant بات ہو گئی ہے۔ ہم گئے تھے، سعد رفیق صاحب آئے تھے ریلوے کے حوالے سے۔ آج انہوں نے ہمیں اطلاع کروائی ہے ”کہ امن وامان نہیں ہے ہم ریلوے شروع نہیں کر سکتے“ آپ ساتھ تھے، آرمی والوں نے بھی، FC والوں نے بھی وہاں مطالبہ یہ کیا تھا ”کہ ہمیں روڈز کے ذریعے access دو۔ جب تک روڈ نہیں بنے گی ہم protection، پہاڑ کی چوٹیوں سے اس ریلوے کی نہیں کر سکتے“ آپ ساتھ تھے آپ گواہ ہیں۔ آج ان کا ٹیلیفون تھا۔ اب میرا کہنا کیا ہے ہم نے پیسے رکھے ہیں 2 سالوں سے۔ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ نے اس مرتبہ بھی اُسکو drop کر دیا ہے اُسکو پاس نہیں کر رہا ہے اور اُسکو اس چیز کا پتہ ہے۔ تو آپ اُسکو بلائیں گے سپریم کورٹ، ہائی کورٹ جا کے وہاں گورنمنٹ کے خلاف اتنا زیادہ پڑ پڑا وہ کر دیتے ہیں۔ ہمارا بجٹ اسمبلی سے منظور ہے۔ سرفراز بھائی نے ہم نے پیسے رکھے ہیں سکا لرشپ کے لیے۔ اُسکے لیے جو بھی کمیٹی بناتے ہیں۔ میں کسی کا حکم نہیں مانوں گا۔ یا یہ اسمبلی یا پھر وہاں سے حکم ہو کمیٹی بنائیں، جو بھی طریقہ کار ہے اُسکو وضع کریں۔ یہ کون ہوتا ہے اپنی طرف سے وہاں لکھ کر کے دے دیتا ہے ”کہ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ پیسے یہ کسی اور کام پر لگائے جائیں“ کیا یہ اسمبلی نہیں ہے؟ کیا ACS یہاں تک ہو گیا ہے کہ وہ سب کچھ میں آزاد ہے اور اُس نے یہ خط چیف سیکرٹری کو بھی بھجوایا ہے۔ اُسکی طرف سے نہ sign ہے، نہ کچھ ہے، اور یہ کورٹ میں جمع ہو گیا ہے۔ میڈم اسپیکر! اس طرح کی صورتحال میں ہم کیسے آگے جا سکیں گے۔ پسند اور ناپسند۔ اسمبلی نے چیز پاس کی ہے آپ اُسکو دیکھیں۔ میں پھر یہ کہتا ہوں جو بھی اسکیمات آتی ہیں اُسکا PC1 ہوگا۔ اُسکے beneficiaries ہوں گے۔ اگر ایک beneficiary ہے زیارتوال اُسکو آپ بالکل cancel کریں۔ اگر اُس PC1 میں 20 لوگوں کے 50 لوگوں کے نام آتے ہیں تو 20 لوگوں کو آپ آنے نہیں دینگے؟ 20 لوگوں کی زراعت کے لیے آپ ٹیوب ویل نہیں دینگے؟ یہ کون سا طریقہ ہے؟ یہاں تک آ گیا ہے۔ سرفراز بھائی! آپ کو پتہ نہیں ہے۔ میڈم اسپیکر! آپ کی توجہ چاہتا ہوں ”buildozer hours“ یہ ٹھیک نہیں ہیں۔ میں نے وہاں اُسی وقت کہا کہ میں باقی علاقوں کو نہیں جانتا۔ زیارت میں 90-85ء تک سبب کی جو پیداوار تھی کوئی 50 ہزار ٹن۔ اور buildozer آیا زمینیں ہموار ہو گئیں مٹی ڈالی گئی درخت لگائے گئے ایک لاکھ 20 ہزار ٹن تک پہنچ گیا ہے۔ یہ صوبے کے نقصان میں ہیں یا فائدے میں؟ میں نے کورٹ کو بتایا اُسکے بعد خاموش ہو گئے۔ لیکن اُسکے باوجود buildozer hour آپ نہیں دینگے۔ پھر public representative کیا کر سکتی ہے؟ آیا public representative کچھ بھی نہیں ہے؟ پھر آئین کے preamble سے public representative کو نکالا جائے۔ میرا پھر مشورہ یہ ہوگا اور جو اپنی مرضی آئین بناتے ہیں پھر آئین وہ بنائیں۔ وہاں قومی اسمبلی اور سینٹ موجود ہیں۔ میں اس پر آتا ہوں۔

میڈم اسپیکر! یہ چیزیں اس طریقے سے ہیں۔ میں contradict اداروں کو نہیں جانتا۔ لیکن بعض چیزوں پر توجہ ضرور چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ اس طریقے سے کیا جاتا ہے۔ جب ہماری طرف سے وہاں نمائندہ پیش ہوگا اور وہ یہ کہے گا تو government means secretaries اب جب سیکرٹری یہ کہے گا۔ پھر ہم لوگوں کا یہاں بیٹھنے کا کیا فائدہ ہے؟ انہوں نے یہاں تک کہہ دیا تحریری لکھ کر کے دے دیا ہے۔ اور کہتا ہے ”کہ میں چار سو اتنی اسکیمات کو نکالتا ہوں۔ کون ہوتا ہے میڈم اسپیکر! for God sake یہاں اسمبلی سے پاس چار سو پچاس اسکیمات ایک ہزار میں سے چار سو پچاس آپ نکالیں گے۔ جب چار سو پچاس نکل جائیں گے۔ پھر کیا رہ جائے گا؟ اور یہ سرفراز بھائی میرے ساتھ موجود تھا عدالت میں ہم پیش ہوئے ہم سب کچھ agree کر گئے۔ لیکن دوبارہ سے وہ گئے۔ اور دوبارہ سے یہ کام کیا۔ اس طریقے سے ہم ACS کو نہ برداشت کر سکتے ہیں نہ قبول کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس دوسرا راستہ نہیں ہے ہم روڈوں پر نکلیں گے ہم اُسکے خلاف احتجاج ریکارڈ کروائیں گے۔ اس طریقے سے اُسکی آزادی کے لیے ہم یہاں نہیں بیٹھے ہیں۔ لوگوں نے اُسکو منتخب نہیں کیا ہے۔ We are the Public representatives. اور گورنمنٹ سرونٹ ہے۔ اُسکو public representative، اسمبلی اور گورنمنٹ کی بات ماننی ہوگی اُس پر چلنا ہوگا۔ اگر آپکا ACS اُنکے ساتھ ہے، ہمیں بتائیں۔ اگر نہیں ہے اور وہ خود سے گیا ہے میں ایک دن کے لیے بھی خاموش نہیں بیٹھوں گا۔ تو یہ اس طرح سے میڈم اسپیکر! ہے۔۔۔ (مداخلت)

میڈم اسپیکر: complete کریں پھر آپکو موقع دیتی ہوں۔ نہیں اُسکے بعد آپکو موقع دیتی ہوں۔ نہیں، نہیں درمیان میں interrupt نہیں کر سکتے۔ جی۔

قائد حزب اختلاف: میڈم! اُسے صرف اتنا، جو پی ایس ڈی پی تھی یہ cabinet کے پاس آئی تھی۔ یہ cabinet سے پاس ہوئی ہے۔ آئین کے آرٹیکل 129-130 کو پڑھا جائے۔ یہ اختیار اُسکو حاصل ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اُسکے بعد پھر اسمبلی۔ میں نے وہاں بھی کہا، پھر کہتا ہوں، میں گورنمنٹ میں نہیں تھا میں نے کہا۔ یہ گورنمنٹ کا کام ہے یہ اُسکا اختیار ہے۔ گورنمنٹ بجٹ بنائے گی، cabinet سے پاس کروائے گی، اسمبلی سے پاس کروانا گورنمنٹ کا یہ کام ہے۔ اور implementation بھی گورنمنٹ کا کام ہے۔ لیکن بات اس طرح سے ہے۔ تو میڈم اسپیکر! اسکا نوٹس لینا نہایت ہی ضروری ہے۔ وہ نہیں کر سکتا ہے جو اُس نے دیا ہے۔ اُسکو دوبارہ سے لینا ہوگا اٹھانا ہوگا۔ کس کی اجازت سے؟ جب تک وزیر اعلیٰ کے sign نہیں ہوں گے cabinet کے sign نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ آ گیا ہے کہ صرف وزیر اعلیٰ بھی نہیں ہے، cabinet سے approve ہو کر جائے گا۔ approve ہو کر نہیں گیا ہے۔ جب نہیں گیا تو جس آدمی نے بھجوا دیا ہے وہ خود بھگتے۔

ہم یہاں تک، سرفراز بھائی تو، cabinet کو، پوری cabinet کو یہ تجویز دیتے ہیں۔ رضا بھائی! آپ لوگ سن لیں ہم revision میں جائیں گے اور اُن سے کہیں گے کہ اختیارات کی جو limitation ہے اُس تک پہلے اپنے آپ کو محدود کریں تو معاملات ٹھیک ہو جائیں گے۔ اور اگر انہوں نے چلانا ہے پھر آ کے چلائیں ہم بیٹھ جائیں گے۔ ذمہ داری ہماری ہے۔ ذمہ داری گورنمنٹ کی ہے ذمہ داری منسٹر کی ہے۔ اور اختیار کوئی اور استعمال کر رہا ہے۔ اور ذمہ داری کے دن پھر فلاں کو بلاتے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے بابا۔ اس طریقے سے نہیں ہوتا۔ میں گورنمنٹ ہوں نہ ہوں لیکن گورنمنٹ کی اپنی ایک ذمہ داری ہوتی ہے۔ اور ذمہ داری کے ساتھ ساتھ وہ صرف یہ نہیں ہے کہ صرف جو ابھی آپ کریں، باقی اختیارات ہم استعمال کریں گے۔ نہیں، اس طریقے سے نہیں ہوا کرتا۔ میں دوستوں کی توجہ بھی چاہتا ہوں اس بنیاد پر۔ اسکے علاوہ میڈم اسپیکر! میں قرارداد پر آتا ہوں۔ میں بار بار، جب گورنمنٹ میں تھا بھی یہ بات آپ کے knowledge میں لاتا رہا ہوں۔ بات بنیادی طور یہ ہے کہ ہمارے صوبے سے گیس نکل رہی ہے۔ اس شریف آدمی کے ساتھ میں پہلی مرتبہ اس سے پہلے میں نہیں گیا تھا۔ گو کہ یہ ہماری قومی اسمبلی شامل تھی اور میں candidate بھی رہا۔ اور سنایا تھا کہ وہاں لوگوں کو باندھتے ہیں پتہ نہیں کیا کیا کرتے ہیں وہ خیر اپنی جگہ پر۔ جب پہلی مرتبہ گیا روڈ لمبی چوڑی، یوں گھومو، ادھر سے آؤ، یوں جاؤ۔ وجہ کیا تھی؟ پائپ بچھائے گئے تھے اُس کی وجہ سے راستہ نہیں مل رہا تھا۔ لیکن اُس ٹاؤن کو بھی گیس نہیں دی گئی تھی جہاں یہ سارے پائپ موجود تھے۔ تو اُن کو دیکھیں۔ ہم اگر رونا روئیں گے اُس کا اثر بھی نہیں ہوگا۔ کہ یار 52-54ء سے پورے ملک کو گیس دینے والا علاقہ اور اُسکی یہ محرومی؟ تو ایک قصہ مشہور ہے۔ ”ایک بڑی عمر کی خواتین لیٹی ہوئی تھی اس کے اوپر سے چوہا گزر گیا اس نے چیخا چلانا شروع کیا۔ جب گھر والے سارے اکٹھے ہو گئے تو اُس سے کہا کہ کیا ہوا؟ کہتی ہے وہاں میرے سینے سے گزر گیا۔ انہوں نے اس سے کہا کہ چوہے کے گزرنے سے اتنی چیخ و پکار؟ تو اُس نے کہا چیخ و پکار اس لیے کر رہا ہوں کہ یہاں راستہ بن جائے گا۔“ آپ لوگوں نے جو کچھ کیا اب تو راستہ بن گیا ہے اُن کے لیے۔ میڈم اسپیکر! کوئی measurement نہیں ہے۔ میں بار بار کہتا رہا ہوں اس صوبے کی آج کی جو حق تلفی ہے، سرفراز صاحب بیٹھے ہیں۔ gas well price اور consumer price میں اس وقت جو difference ہے یہ 25 ارب سے زیادہ ہے۔ گیس ڈویلپمنٹ سرچارج میں ہمارے صوبے سے جو گیس نکالی جاتی ہے۔ جو اعلیٰ quality کی ہے۔ اسکو پنجاب کی اور سندھ کی گیس کو ملا کے گیس ڈویلپمنٹ سرچارج کے طور پر، ہماری سستی اور اُنکی مہنگی۔ اُس کا خرچ زیادہ ہے فی مکعب فٹ ہے یہ کیا ہے جو نکالتے ہیں صحیح حساب مجھے یاد نہیں ہے۔ لیکن فی فٹ جو نکالتے ہیں ہمارے صوبے سے، کتنے میں نکلتی ہے۔ سندھ سے میرے خیال میں دو سو 56 ہے پنجاب سے ایک سو پتہ نہیں کتنا

ہے۔ اور ہمارے صوبے سے صرف ایک سو 26 فی فٹ نکالتے ہیں۔ دوسری بات میڈم اسپیکر! پھر وہ نکالتے ہیں پھر وہ mix کرتے ہیں۔ پھر گیس ڈو پلمنٹ سرچارج کے حوالے سے جتنی گیس ہے، اُسکی قیمت مقرر کرتے ہیں۔ یہ غریب صوبہ بھگت رہا ہے ”یہ پسماندہ ہے، یہ غریب ہے، یہاں corrupt لوگ ہیں، فلاں ہے فلاں ہے“۔ لیکن میڈم اسپیکر! بات یہ ہے کہ اس پر لوگ کیوں نہیں جاتے؟ اس کا حساب کتاب کیوں نہیں رکھتے۔ تیسری بات یہ ہے اس صوبے کی جو گیس نکلی ہے۔ سرفراز صاحب بیٹھے ہیں، کوئی بھی شخص ہمیں بتائے کہ جو ایک well کو connect کیا ہے یہ اعلیٰ کوالٹی کی گیس ہے۔ اُس سے کتنی گیس نکل رہی ہے؟ ہم یہ حساب کس کے ساتھ کریں؟ جس نے جہاں جو پیسے رکھے کہ بھائی! یہ آپکی رائٹی ہو گئی ہے۔ آگے حساب کتاب کس بنیاد پر یہ رائٹی بنی ہے؟ no اس طریقے سے یہ نہیں ہوا کرتا۔ پھر نزدیک میں پانچ کلومیٹر میں جو آبادی ہے اُسکو مفت گیس؟ کچھ نہیں ہے۔ روڈز کی سہولت کچھ نہیں ہے۔ پانی کی سہولت کچھ نہیں ہے۔ سکول نہیں ہیں۔ تو اس طریقے سے میڈم اسپیکر! اسکے علاوہ جو چیزیں ہیں۔ وہاں اس ضلع میں جو آبادی ہے۔ میڈم اسپیکر! زرغون، پتہ نہیں آپ گئے ہیں نہیں گئے ہیں۔ زیارت سے زیادہ خوبصورت اور وہاں جو ہم حلق ڈیم بنا رہے ہیں اُس سے کونٹے کو پانی دے رہے ہیں۔ یہ قدرتی آبشار، چشمے، آٹھ سال کی خشک سالی میں بھی خشک نہیں ہوئے۔ پورے صوبے میں کاریز اور چشمہ نام کی کوئی چیز ابھی نہیں رہا ہے۔ لیکن وہاں اب بھی چشمے موجود ہیں، کاریز بھی موجود ہے۔ سب کچھ موجود ہے۔ اور بہترین فارسٹری ہے صنوبر کی۔ بہت ہی اچھے اور گھنے جنگل صنوبر کے۔ لیکن یہ گھنے جنگل کٹتے جا رہے ہیں اور ماحولیات خراب ہوتے جا رہے ہیں۔ او انہوں نے وہاں گیس نہیں دی۔ میڈم اسپیکر! ہم صرف اسلئے اسکو لے آئے ہیں کہ وہ ضلع وہ علاقہ اور جو لوگ ملازمت پر لگائے گئے ہیں وہ بھی وہاں کے لوکل نہیں ہیں۔ مختلف اضلاع کے اُنکو لگایا گیا ہے۔ پھر جو تین well ہیں اُنکو ابھی تک connect بھی نہیں کیا ہے۔ پھر اُسکے بعد خوشست میں گیس نکلی ہے۔ اور مزید excavation انکی ہو رہی ہے پورے ہرنائی ضلع میں excavation بھی ہوگی۔ اور مزید گیس نکل آئیگی۔ تو اسکے لئے ہم چاہتے ہیں کہ آپ قرارداد کو، ایوان جو منظوری دے دے گا، آپ سے، Custodian of the House کی حیثیت سے گزارش یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کو یہاں بلوائیں، دونوں کمپنیوں کو ایک میٹنگ رکھیں۔ گورنمنٹ کے ساتھی بھی ہوں ہم بھی ہوں سارے بیٹھ جائیں گے کہ بھائی طریقہ کار آپ لوگوں کا کیا ہے؟ آپ نے کس کے ساتھ طے کیا ہے؟ public representative کی حیثیت سے، نمائندے کی حیثیت سے مجھے وہاں کسی چیز کا پتہ نہیں ہے۔ کوئی معلومات ہمارے پاس نہیں ہیں کہ کس طریقے سے ہیں۔ اور انہوں نے علاقے کے لئے کچھ بھی نہیں کیا ہے۔ بس یہ کہہ دیتے ہیں ”کہ ایک کروڑ روپے آپ لوگوں کے آگے ہیں، فلاں فلاں“ پھر وہ ایک کروڑ روپے اپنی

مرضی سے اپنے منشا سے، جس کو دیتے ہیں جس کو نوازتے ہیں۔ جس کو ایجنٹ بناتے ہیں، وہ اُنکا طریقہ کار ہے۔ یہ طریقہ کار سرے سے غلط ہے۔

میڈم اسپیکر: زیارتوال صاحب! conclude کریں۔

قائد حزب اختلاف: تو میں گزارش یہ کروں گا کہ گیس ڈویلپمنٹ سرچارج کے حوالے سے اور

gas well-head price اور consumer price کے حوالے سے آپ کے پاس یہ نکات ہوں۔ اور ہمیں یہ معلوم ہو کہ کم از کم کتنی گیس نکل رہی ہے؟ سوئی سے کتنی؟، اوچ سے کتنی؟، ڈیرہ بگٹی سے کتنی جہاں جہاں سے یہ نکل رہی ہے۔ جن جن مقامات سے ہمیں اُسکا پتہ ہونا چاہئے، صوبائی گورنمنٹ کے طور پر اور ساتھ ہی ساتھ یہ جو کام ہے۔ اور سرفراز بھائی! آپ کو پھر وہ کروانا ہوں۔ یہ ہمارے اُس کیس کو وہ نہیں کر رہے ہیں۔ اور ریلوے لائن بن گی ہے مکمل ہے۔ آج اُسکا ٹیلیفون یہ ہے ”کہ ہم اسلئے وہ نہیں کر سکتے ہم افتتاح کیلئے لے جاتے اسکا افتتاح کرتے۔ ایف سی والوں نے ہمیں جواب دیا ہے ”کہ آپ افتتاح نہیں کر سکتے اور یہاں امن وامان اور فلاں اور فلاں“۔ اور روڈ اور اُسکے لئے پیسے ایمر جنسی basis پر بھی اگر ہم دیتے ہیں۔ اب ہمارا منظور ہے، دو سال سے۔ فلاں چیز لکھیں اسکو withdraw کر رہے ہیں۔ تو یہ غلط ہے ایک معنی میں۔ اور 1886ء میں ریلوے لائن مکمل ہوئی تھی کوئٹہ تک۔ اب 2018ء میں ہم روڈ کے ذریعے یہ اُسکی سب تحصیل یا سب ڈویژن تھا سب کا، شروع سے۔ اب ضلع بن گیا ہے۔ ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہمارا سب ہے۔ اب بھی ہم روڈ کے ذریعے linked نہیں ہیں۔ اس سے مزید افسوس کی بات کیا ہو سکتی ہے۔ اس پر آپ خود سے ایکشن لیں گے۔ اس پر آپ خود سے follow up لینگے۔ تاکہ یہ جو ہمارا مسئلہ ہے، یہ حل ہو۔ thank you

میڈم اسپیکر: جی سرفراز بگٹی صاحب۔

وزیر داخلہ و قبائلی امور: شکر یہ میڈم اسپیکر! دو تین چیزوں کی وضاحت ضروری ہے۔ آرنیبل ممبر زیارتوال صاحب ہمارے colleague ہیں۔ انہوں نے بہت خوبصورت باتیں کیں اور پی ایس ڈی پی کے حوالے سے۔ میں اتنا بتاتا چلوں کہ سپریم ادارہ That is Parliament۔ پارلیمنٹ کو lead role حاصل ہے تمام policy making میں، تمام law making میں۔ بجٹ کے حوالے سے۔ جب یہ August House ایک چیز پاس کرتا ہے۔ اچھی یا بُری اور پھر وہاں forums ہیں۔ وہاں کچھ regularities authorities ہیں۔ جس میں PWP ہوتی ہے، what ever، اُنکے بہت سارے نام ہیں۔ وہ سارے process سے گزر کے ایک اسکیم جاتی ہے۔ تو میں Hon'ble Judges،

because ہم، کوئی بھی فیصلہ ہوا اسکے بعد اُس پر بات کر سکتے ہیں۔ because آئین ہمیں یہ اجازت دیتا ہے۔ میں کوئی contempt میں نہیں جانا چاہتا۔ میرے لئے بہت قابل احترام ہیں وہ جج صاحبان جو اس طرح کے فیصلے دیتے ہیں۔ لیکن خُدارا! اس عوامی نمائندہ، اس August House کو، اس کے ممبرز کو کیا سمجھتے ہیں لوگ؟ کیا ہم سارے چور ہیں؟ کیا ہم صرف اسی لئے بیٹھے ہوئے ہیں کہ ہم جو اسکیمیں دیں گے وہ ساری کے ساری fudge ہونگی؟ not at all میڈم اسپیکر! اگر قانون کی بات کی جائے تو کون کس کے گھر میں بیٹھا ہوا ہے؟ وہ آپ کو بھی پتہ ہے اور ہال کے لوگوں کو بھی پتہ ہے۔ تو اس طرح نہیں ہوتا۔ اگر law ہے، تو سب کیلئے ہے۔ کوئی یہاں Holy Cow نہیں ہے یہاں سب برابر ہیں۔ میں پھر ججز صاحبان سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ اپنے اس decision کو review کریں۔ ہم نے اپنے غریب بچوں کو، میں آپ کو بتاتا ہوں کہ مجھے جب پہلے سال یہ پیسے ملے تھے میں نے کتنے غریب لوگوں کا علاج انڈیا میں کروایا۔ ان کے liver transplants ہوئے ہیں۔ اُنکی زندگیاں بچ گئی ہیں اُنکی families بچ گئی ہیں۔ وہ اپنی families کے واحد سہارا تھے۔ similarly کتنے بچے ہیں۔ اس ٹائم میں اپنی مدد آپ کے تحت دو ہزار گنٹی بچوں کو باہر پڑھوارا ہوں۔ کیا اُس میں اگر گورنمنٹ میری مدد کرے گی تو یہ غلط کام ہوگا یا تو گورنمنٹ کے پاس اتنے resources ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ individual کیلئے۔ یا تو گورنمنٹ کے پاس اتنے resources ہوں کہ سب بچوں کو پڑھا سکے۔ ظاہر ہے سب کو نہیں پڑھا سکتے۔ یا گورنمنٹ کے پاس اتنے resources ہوں کہ سب کا علاج انڈیا میں کر اسکے یا اپنے hospitals کو اتنا بہتر کر سکے کہ انڈیا جانے کی ضرورت نہ ہو۔ میڈم اسپیکر! These are the ground realities, we don't have that capacity. individual کو کسی ایک خاندان کو کسی ایک فیملی کو اگر کوئی benefit ہوتا ہے۔ ہمارے سارے لوگوں کے جتنے یہاں معزز ممبران بیٹھے ہیں، سب کے حلقے وہ بارانی زمینیں ہیں۔ بلڈوزر ہاورز individual nature کی اسکیمیں ہیں۔ بھئی! بلڈوزر ہاورز نہیں ہونگے جب ان علاقوں کی levelling ہی نہیں ہوگی تو cultivation کہاں سے ہوگی؟ غریب کا بچہ جو پہلے صرف ایک ایکڑ کاشت کرتا تھا اور اپنے لئے گندم پیدا کرتا تھا آج اُسکی آبادی بڑھ گئی ہے۔ اب اُسکو اپنی زمین کا اگلا ایکڑ وہ cultivate کے قابل بنانا ہے۔ کیسے کرے گا؟ اور privately آپ چلے جائیں تو ایک بلڈوزر گھنٹہ تقریباً چھ ہزار، سات ہزار روپے تک پہنچ گیا ہے۔ تو سات ہزار روپے ایک عام کاشت کار بلڈوزر گھنٹے کیلئے کیسے ادا کر سکتا ہے؟ گورنمنٹ ہوتی ہے جو سبسائیڈز دیتی ہے۔ تو پھر کل یہ جو تیس ہزار زمیندار ہیں ہمارے۔ یہ ہم سے بارہ ارب روپے سبسائیڈی لے کر جا رہے ہیں۔ کیا میرا حق نہیں ہے؟ پھر تو اُنکو بھی ختم

کردیتے ہیں۔ تو میڈم اسپیکر! یہ اسمبلی، یہ august House یہ lead اسکا ہے۔ لہذا ہم Hon'ble High Court سے اس پلیٹ فارم سے On behalf of government and on behalf of opposition benches. request کرتے ہیں کہ پلیز یہ اس طرح نہیں چلے گا۔ یا تو ہمیں یہ اختیار دے دیں، ہم اپنی بجٹ سازی کریں گے۔ جہاں غیر قانونی کام کریں un-constitutional کام کریں، بالکل ہم جو ابده ہیں لیکن ہم نے کوئی un-constitutional کام نہیں کیئے ہیں۔ خُدارا! ہمارے معاملے کو سمجھنے کی کوشش کی جائے کہ ہم عام لوگوں کو سب کو تو۔ سب کو بلڈوزر گھنٹے، مجھے ڈیرہ بگٹی میں کوئی دو لاکھ بلڈوزر ہاورز چائیں۔ تب پورا ڈیرہ بگٹی cultivation کے قابل ہو جائیگا۔ ہر بندہ وہ individual حیثیت سے نہیں رہے گا۔ اب دو لاکھ بلڈوزر گھنٹے کہاں سے لیکر آئیں گے؟ گورنمنٹ کی وہ capacity ہی نہیں ہے۔ گورنمنٹ کے پاس وہ وسائل ہی نہیں ہیں۔ تو میڈم اسپیکر! میرا خیال ہے کہ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں ہم سب ایک کمیٹی بنا کر ان ججز کے پاس جائیں گے۔ آپ اگر review میں جانا چاہتے ہیں۔ آپ بھی review میں جائیں، ہم آپ کو سپورٹ کریں گے بلکہ مل کر review میں جانا ہے تو ہم ملکر review میں جائیں گے۔ یہ چیز اس طرح نہیں چل سکتی۔ اس ہال کو for granted اگر لوگ لیں گے۔ تو اس سے systems weak ہوں گے۔ اور میڈم اسپیکر! جب systems weak ہوں گے۔ تو پھر میرا نہیں خیال کہ یہ ملک چل سکے گا۔ تو لہذا میں اُس PSDP کے حوالے سے یہ باتیں اور قرارداد پر ہم already بول چکے ہیں۔ کہ قرارداد کو ہم support کرتے ہیں اسکو پاس ہونا چاہیے اور پہلا حق اگر آپ نے اس national heritage کو بچانا ہے۔ جو صنوبر کا جنگل ہے اسکو بچانا ہے تو you have to provide gas بھی زیارت میں گیس آگئی ہے آپکے جنگل پچنا شروع ہو گئے ہیں۔ لیکن اُس کا بھی پریشر اتنا کم ہوتا ہے سردیوں میں میڈم اسپیکر! کہ وہ لوگ پھر درخت کاٹنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ تو بہر حال، دوبارہ coming back to the point میں پھر ایک بار کہتا ہوں اسکو unanimously فیڈرل گورنمنٹ کو بھیجا جائے تاکہ یہ مسائل حل ہو سکے۔

میڈم اسپیکر: thank you۔ یہ جو ہماری آج کی قرارداد نمبر 111 پیش ہوئی ہے۔ تمام ممبران نے بڑے اپنے concerns کا اظہار کیا ہے۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ زیارت وال صاحب نے اور سرفراز بگٹی صاحب نے بہت ہی important point اُٹھائے ہیں، اگر ہم اس چیز کو سمجھیں۔ اور خاص طور پر جو بات ہوئی ہماری مختلف گیس کمپنیوں کے حوالے سے، میرے خیال میں ماڈی گیس اور دوسری سوئی سدرن گیس۔ ان دونوں کے نمائندوں کو میں اپنے چیئرمین بلواؤں گی۔ اور جتنے بھی movers ہیں، اُنکو بھی بلاؤں گی تاکہ اُنکے ساتھ بیٹھ کر ہم بات کریں

کہ کس طرح سے کیا چیزیں ہیں۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) جہاں تک سرفراز گٹی صاحب اور زیارتوال صاحب نے جو ہماری اسکیموں کے حوالے سے بات کی ہے۔ ACS صاحب کو بھی بلواتے ہیں، وہ ہمیں بریفنگ دیں کہ یہ کیا انہوں نے کس اُس پر وہ کیا ہے؟ تاکہ ہم۔۔۔ (مداخلت)

وزیر داخلہ و قبائلی امور: میڈم اسپیکر! میں ایک پوائنٹ miss کر گیا تھا۔ اگر اجازت ہو؟
میڈم اسپیکر: جی سرفراز صاحب!

وزیر داخلہ و قبائلی امور: میڈم اسپیکر! I am very sorry میں اُس کو miss کر گیا تھا ہرنائی روڈ کا۔ I assure you کہ میں اس کے بعد فوراً ACS کو بلاؤں گا، اُن سے اس اسکیم کے بارے میں پوچھوں گا۔ اور میں خود اُس علاقے کا visit، آپ کے ساتھ دو تین دفعہ کر چکا ہوں۔ بہت important ہے کہ اُسکو روڈ link کے ساتھ link کیا جائے۔ اور یہ ریلوے لائن تب ہی کامیاب ہوگی۔ یہ کیسا ایک عجیب تماشا ہے کہ ڈویژنل ہیڈ کوارٹر سے ایک ڈسٹرکٹ، وہ اپنے ڈویژنل ہیڈ کوارٹر سے کٹا ہوا ہے؟ اور اگر دو سال سے پیسے پڑے ہیں۔ چلیں اس سال کا تو میں پوچھ لوں گا، پچھلے سال کا آپ پوچھ لیں، جسارت کریں جناب ڈاکٹر صاحب۔

میڈم اسپیکر: بگٹی صاحب! میں ACS صاحب کو بھی اور آپکو بھی اور گورنمنٹ کے جو بھی لوگ ہیں وہ آئیں چیئر میں۔ کیونکہ اُنکی ایک reservation روڈ کے حوالے سے نہیں تھی۔ انہوں نے جو سب سے important point بتایا ہے کہ individual اسکیموں اور اُس پر جس طرح کی وہ آیا ہے، وہ سمجھ نہیں آئی کہ یہ کس طرح سے plead کیا گیا ہے؟ Case in the Court?

وزیر داخلہ و قبائلی امور: میڈم اسپیکر! That decision was taken by the Hon'ble Court. اُس پر ہم review میں جا رہے ہیں۔

میڈم اسپیکر: No, I am not saying the Court. انہوں نے کچھ اور point کہا ہے۔
وزیر داخلہ و قبائلی امور: میڈم! وہ ٹھیک ہے۔ وہ اُن کا موقف ہے۔

میڈم اسپیکر: وہ جو کہہ رہے ہیں کہ وہ لیا کیسے گیا؟ تو اس پر ACS صاحب آ کر ہمیں اور آپکو brief کریں۔

وزیر داخلہ و قبائلی امور: میڈم اسپیکر! اس پر میں already بریف ہوں۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس پر، I can talk

میڈم اسپیکر: جی! ہمیں یہ بتائیں چونکہ یہ individual schemes ہیں۔ ہمیں پتہ ہونا چاہیے

being a government آچکوپتہ ہونا چاہیے کہ یہ کس طرح سے letter چلا گیا۔ جس طرح سے وہ کہہ رہے ہیں کہ letter چلا گیا۔ اور جبکہ وہ individual schemes نہیں تھیں۔

وزیر داخلہ و قبائلی امور: میڈم اسپیکر! میں اس پر بریف ہوں۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں میں ہال کو بھی apprise کرتا ہوں۔ اور آپ your kindself too دیکھیں میڈم اسپیکر! یہ، جب ہم پیش ہوتے تھے زیارتوال صاحب میں، ہم ہمیشہ ہر پیشی پر اکٹھے جاتے تھے۔ تب کورٹ کے ساتھ جب ہماری discussion ہو رہی تھی تب بھی P&D ڈیپارٹمنٹ کا ایک خاص مخصوص گروپ، جب ڈاکٹر صاحب اُسکے وزیر تھے، وہ تب بھی گورنمنٹ کے against جا کے وہاں کورٹ میں بات کرتے تھے۔ اور کور بھی اپنا as a darling treat کرتی رہتی تھی کورٹ ہماری بات سے زیادہ اُنکی بات کو وزن دے رہی ہوتی تھی۔ اور God knows کہ یہ کیا ہے کہ ایک سوسائٹی میں ایک چیز آگئی ہے۔ کہ جو بھی negative بات کرتا ہے اُسکو زیادہ proportion ملتی ہے۔ تو P&D کا وہ جو حصہ تھا، وہ اب بھی اس کو continue کر رہا تھا اس unfortunately میں یہاں تھا نہیں زیارتوال صاحب گورنمنٹ چھوڑ گئے تھے، ہمارے کچھ معزز ممبرز، میر عاصم کرد صاحب وہاں تھے اور کچھ لوگ تھے۔ اور زیارتوال صاحب بھی وہاں گئے تھے۔ لیکن کورٹ سُننے کے mood میں نہیں تھا۔ تو purely, purely purely یہ وہ جو گروپ ہے اُنہوں نے وہ list دی تھی کہ یہ individual schemes ہیں۔ جو کہ میں اس floor of the House پر آپ سے کہہ رہا ہوں میڈم! اور میں اُن کورٹس سے بڑے احترام، ادب کے ساتھ یہ کہہ رہا ہوں کہ نہیں جی! وہ individual nature schemes نہیں تھیں۔ وہ public nature کی schemes ہیں۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) ممکن ہے اتنی بڑی تعداد میں، ابھی واٹر سپلائی اسکیم ہیں۔ ایک چھوٹی سی کلی ہے اُسکا نام for example سردار صاحب بیٹھے ہیں۔ اُس کلی کا نام حاجی کوٹ ہے۔ حاجی کوٹ کسی ایک حاجی کا تو کوٹ تو نہیں ہے نا اُس میں چار، پانچ ہزار کی آبادی ہے۔ کل میں یہ اسکیم لکھ دوں واٹر سپلائی اسکیم۔ یا Drilling of a Bore for Haji Kote, Barkhan تو ہم یہ کہہ دیں کہ وہ صرف حاجی صاحب کیلئے بنایا گیا ہے؟ not at all میڈم اسپیکر! بلوچستان کی اپنی ground realities ہیں۔ بالکل یہ individual nature کی schemes نہیں تھیں۔ ہم review میں بھی جائینگے اور اُس میں ACS سے زیادہ، اُس گروپ کا، وہ جو گروپ اُس وقت بھی موجود تھا آج بھی موجود ہے۔ میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ نا کہ یہ مادر پدر آزاد لوگ ہیں۔ انکی کوئی accountability unfortunately ہے نہیں۔ تو انکی کہاں accountability ہوئی ہے تو انکی

accountability نہیں ہے۔ تو اس وجہ سے یہ اس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں۔ ورنہ کونسا coordinate ہے کہ وہ، ڈاکٹر صاحب وہاں بیٹھے ہوئے ہیں منسٹر ہیں، ACS قمر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور بیچ میں سے ایک گروپ اٹھ کر آیا ہے۔ اور وہ کر رہا ہے۔ وہ ایڈیشنل سیکرٹری فنانس کا حال میں نے آپکو بتا دیا ہے۔ کہ کیبنٹ decision لے رہی ہے کہ 600 ڈاکٹر زہم نے بھرتی کرنے ہیں۔ گورنمنٹ نے فیصلہ کرنا ہے کہ ہم نے کتنے ڈاکٹر بھرتی کرنے ہیں۔ وہ خود سے یہ decision لے لیتا ”کہ نہیں، یہ 600 نہیں ہونگے یہ 300 ہونگے“ تو میڈم! مجھے یہ نہیں پتہ ہے کہ ان rules of business کے تحت انکی کتنی accountability ہو سکتی ہے؟ کتنا ہم ان کو as a subordinate treat کر سکتے ہیں؟ اس ٹائم، تو بعض اوقات آغا لیاقت صاحب یہاں تشریف رکھ رہے تھے۔ میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں۔ جیسے آج میں بے بس ہوں، مہینہ پہلے آپ بھی بے بس تھے۔ اور میرے سے اگلا والا جو مہینہ بعد آئیگا وہ بھی بے بس ہوگا۔ تو اس rules of business کو ہمیں amend کرنا پڑے گا۔ KPK گورنمنٹ نے amend کیئے ہیں۔ and they are running۔ ا very good government۔ تو یہ گورنمنٹ، پالیسی ہم نے بنانی ہے۔ ہم نے decisions لینے ہیں۔ اور انہوں نے صرف implement کرنے ہیں۔ unfortunately یہ ادارہ ہمارا بہت important ادارہ ہے۔ ہمارے بھائی ہیں سارے ذاتی دوستیاں ان سب کے ساتھ ہماری ہیں۔ لیکن اس ادارے کو ایک self-accountability کی طرف جانا پڑے گا کہ یہ کر کیا رہے ہیں بلوچستان کے ساتھ؟ میں نے آپ کو بتایا ہے کہ پیٹرولیم کمپنی بنانی ہے جو کہ KPK بنا چکا ہے۔ جو سندھ بنا چکا ہے۔ جو پنجاب بنا چکا ہے۔ اور GB جیسا صوبہ بنا رہا ہے اور ہم نے ابھی تک اس پر کوئی کام ہی نہیں کیا ہے۔ سب سے زیادہ mineral rich ہم ہیں۔ سب سے زیادہ resources ہمارے پاس ہیں۔ اور ہمارا عالم یہ ہے کہ ہم اس پر کچھ کرنے کیلئے تیار ہی نہیں ہے۔ اور ایک دکھ کی بات میں اس پر آپکو بتاؤں کہ مجھے ایک بہت ہی سینئر آفیشل نے ایک کمپنی کے بتایا۔ بہت ہی سینئر آفیشل نے۔ ”کہ We have met one of your Secretary and I don't want to name him. We want to invest in energy sector. We do not need any much“ یہ۔۔۔shame on it۔۔۔ (ڈیک بجانے گئے) یہ ہم کیا کر رہے ہیں کہ انرجی کی ہمیں ضرورت ہی نہیں ہے۔ بلوچستان کو انرجی کی ضرورت ہی نہیں ہے؟ دیکھیں میڈم اسپیکر! میں تو بڑا آج دل کھول کے بات کر رہا ہوں۔ ان کا late back attitude جب تک چلتا رہیگا تب تک بلوچستان کی ڈویلپمنٹ ممکن ہے نہ لاء اینڈ

آرڈر کی situation بہتر ہو سکتی ہے۔ ان کی جو capacity ہے وہ بھی increase کرنی پڑے گی۔ اور will بھی ہونی چاہیے۔ یہ دونوں چیزیں جب تک نہیں ہوں گی تب تک میں نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ معاملہ آگے چلے گا۔

میڈم اسپیکر: thank you۔ سردار صاحب! ابھی یہ conclude ہو گیا ہے پلیز۔ کیونکہ last ہی ہے، تقریباً دو گھنٹے سے اس پر بحث ہو رہی ہے۔ نہیں اسکو conclude کر دیتے ہیں، پھر آپ الگ سے point پر بات کریں۔ جی! اُس پر الگ سے بات کر لیجئے گا، ابھی میں اس قرارداد کی منظوری لے لوں۔ قرارداد گیس پر ہے، وہ comments آگئے تھے درمیان میں۔ زیارتوال صاحب کو ہم نے بات کا جواب دیا ہے۔ جی یہ قرارداد ہو جائے پھر آپ کو الگ سے موقع دیں گے۔ یقیناً، دیکھیں! یہ جو قرارداد ہے اور پھر درمیان میں جو مختلف points آئے اور بگٹی صاحب نے اُنکا جواب بھی دیا۔ تو یہ ایک سسٹم ہے اور ہم سب نے مل کر اس سسٹم کو چلانا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ الگ سا کوئی ایک ادارہ ہے وہ چلائے گا۔ اور دوسرا ادارہ اُسے support نہیں کریگا۔ یقیناً یہ ہم سب کا صوبہ ہے، ہم سب نے مل کر اسے چلانا ہے۔ لیکن میں جو اسمیں سب سے زیادہ چیز دیکھتی ہوں اور محسوس کرتی ہوں لمحہ فکریہ ہم سب کیلئے یہ ہے کہ سیاستدانوں اور عوامی نمائندوں کو ایک خاص اُسکا جو image ہے وہ بہت خراب پیش کیا جاتا ہے یا دنیا کی کرپشن کو اُس سے جوڑ دیا جاتا ہے۔ میں اس بات کو بڑا محسوس کرتی ہوں کہ سوسائٹی میں کہیں بھی کوئی غلط کام ہوگا تو وہ عوامی نمائندوں سے جوڑ دیا جاتا ہے جو کہ مناسب بات نہیں ہے۔ اور اس سے چونکہ ہم بھی سوسائٹی کے ممبر بھی ہیں اور ساتھ میں اُسکے نمائندے بھی ہیں۔ تو اُس سے ہمارے جو بھی ممبر ہیں، ایماندار ہیں اور مجھے یقین ہے اس بات پر، وہ اپنے بڑے دل سے اپنے حلقوں میں کام کرنا چاہتے ہیں۔ اپنے لوگوں کیلئے کام کرنا چاہتے ہیں۔ تو اُس سے اُن ایماندار اور جو کام کرنے والے لوگ ہیں اُنکی دل شکنی بھی ہوتی ہے۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) جو اُسکا ایک مورال ہوتا ہے کام کرنے کا وہ بھی down ہو جاتا ہے۔ اس پر میں آپ سے as a custodian آپ سے کہوں گی کہ اس پر بیٹھیں۔ ہم نے اپنے لئے کام کرنا ہے۔ پارلیمنٹ، ہم سب کہتے ہیں کہ بالاتر ہے اسکا ایک مقام ہے، اسکا ایک honour ہے پوری دنیا میں ہے۔ جب اسکا ایک مقام ہے تو ہم خود قانون بنانے والے ہیں ہم اپنے لئے بھی قانون بنا سکتے ہیں۔ اس پارلیمنٹ کی توفیر کیلئے بھی قانون بنا سکتے ہیں۔ اسکی توہین کرنے والوں کے خلاف بھی قانون بنا سکتے ہیں۔ تو ہمیں اس پر قانون سازی کی ضرورت ہے۔ آپ مل کے بیٹھیں اور اس پر قانون سازی ہونی چاہیے۔ ہمیں خود پہلے اپنے آپکو عزت دینی ہوگی۔ اور اُسکے بعد ہم سوسائٹی میں بہتر انداز میں کام کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ اور اس perception کو ہمیں دُور کرنا چاہیے۔ خاص کر جو میں بار بار کہہ رہی ہوں کہ ایک image کہ ہر سوسائٹی کا ایک چوکیدار بھی غلط کام کریگا

تو اُسکا بھی الزام ممبرز پر آ جاتا ہے ہماری سوسائٹی میں یہ اچھی روایت نہیں ہے۔ جہاں تک عدالت کے review کی بات تھی، میں ایڈووکیٹ جنرل کو بلاؤں گی۔ گئی صاحب اور زیارتوال صاحب ایڈووکیٹ جنرل صاحب کے ساتھ بیٹھ کے آپ اس عدالتی حکم پر، اس پر review کیلئے آپ بیٹھیں اور اُس سے مشورہ کریں۔ اور اُس پر کس طرح سے ہم آگے بڑھ سکتے ہیں۔ کیونکہ ہر کام کیلئے ایک طریقہ کار ہوتا ہے۔ اور ہم اُسے آگے بڑھائیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ مشترکہ قرارداد جو آج پیش ہوئی ہے، میں آپ کی منظوری کیلئے سامنے رکھتی ہوں۔

میڈم اسپیکر: آیا مشترکہ قرارداد نمبر 111 منظور کی جائے؟ قرارداد منظور ہوئی۔

میڈم اسپیکر: میر سرفراز احمد گبٹی صاحب، سید محمد رضا صاحب، صوبائی وزیر جناب عبدالرحیم زیارتوال صاحب، قائد حزب اختلاف، ڈاکٹر عبدالملک بلوچ صاحب، سردار عبدالرحمن کھیتان صاحب، ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ صاحبہ، محترمہ یاسمین لہری صاحبہ، محترمہ اسپوزٹس میاں اچکزئی صاحبہ، محترمہ معصومہ حیات صاحبہ اور محترمہ عارفہ صدیق صاحبہ، اراکین اسمبلی میں سے کوئی ایک محرک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 112 پیش کرے۔ جی آغا صاحب۔

آغا سید محمد رضا (وزیر قانون و پارلیمانی امور): ہر گاہ کہ صوبہ بلوچستان کے اکثر علاقے گیس جیسی نعمت سے محروم ہیں، جس کی وجہ سے لوگ اپنی ایندھن کی ضروریات کو پوری کرنے کیلئے قیمتی جنگلات کاٹ رہے ہیں جو کہ انسانی زندگی کیلئے نہایت ہی ضروری ہے۔ گلوبل ماحولیات اور انسانی زندگی کیلئے ضروری جنگلات کا بچاؤ صرف اور صرف گیس کی فراہمی سے ہی ممکن ہے۔ اس سلسلے میں وفاقی حکومت کی جانب سے ڈیوٹیل، ضلعی، تحصیل ہیڈ کوارٹرز اور ٹاؤن شپ میں ایل پی جی گیس پلانٹ لگانے کا منصوبہ منظور ہو چکا ہے۔ پراجیکٹ ڈائریکٹر کی جانب سے سروے / فیڈ بیک کیلئے مکمل ہونے پر کمپنیوں کو ٹینڈرز کیلئے کوالیفائی کرنے کے بعد ٹینڈرز کی تاریخ کا اعلان بھی مشترکہ کر چکا تھا۔ لیکن اس میں کچھ اضلاع اور تحصیلوں کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ ڈائریکٹر دفتر ٹینڈرنگ سے پہلے کمپنیوں کو کوالیفائیڈ کرنے کے بعد اعتراضات کام کے التوا کے مترادف ہے۔ جو کہ احساس محرومی میں اضافہ اور اسکی روک تھام ضروری ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ ایل پی جی گیس پلانٹ کی تنصیب کیلئے فوری طور پر ٹینڈرز کو مکمل کرنے کیلئے عملی اقدامات کیے جائیں تاکہ صوبہ کے عوام میں پائی جانے والی احساس محرومی کا خاتمہ ممکن ہو سکے۔ اور لوگوں کو آسانی سے ایل پی جی گیس میسر ہو۔

میڈم اسپیکر: مشترکہ قرارداد نمبر 112 پیش ہوئی۔ محرکین میں سے کوئی ایک اس کی admissibility

کی وضاحت کریں گے؟ جی ڈاکٹر شمع اسحاق صاحبہ۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: شکر یہ میڈم اسپیکر! ایک تو میں یہ بھی سمجھتی ہوں کہ یہ جو ہماری پہلی قرارداد تھی اس سے

ملتی جلتی قرارداد ہے۔ چونکہ بہت important ہے اور بلوچستان کیساتھ ہمیشہ یہ المیہ رہا ہے کہ بلوچستان کے resources اس کو نہیں ملتے ہیں۔ پوری دنیا میں یہ کہا جاتا ہے کہ جہاں کے resources ہوں، جہاں کے وسائل ہوں وہیں پر اُنکے اختیارات اُسی ملک کے ہوتے ہیں۔ اور بلوچستان کیساتھ بدقسمتی سے ہمیشہ سے یہ المیہ رہا ہے کہ جو بھی resources بلوچستان کے ہوئے ہیں اُن پر اختیارات وفاق کے رہے ہیں۔ اگر آپ گیس یا سینڈک کو لے لیں گوادریا ریکوڈک کو لے لیں۔ یا جو بھی یہاں ملیں تھیں جو وہ بند ہو گئیں۔ اُن پر بھی میں سمجھتی ہوں کہ بہت بڑا ہاتھ وفاق کا ہے۔ آج ہم یہاں کھڑے ہیں اور ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ گیس کا اختیار بلوچستان کے پاس ہونا چاہیے ریکوڈک بلوچستان کا ہے۔

(اس مرحلہ میں محترمہ شاہدہ رؤف، چیئر پرسن نے اجلاس کی صدارت کی)

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: میڈم اسپیکر! ابھی ہمارے پاس شاہدہ رؤف صاحبہ آئی ہیں، ہم اُنکو ویکلم کرتے ہیں۔
میڈم چیئر پرسن: شکریہ۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: تو میڈم! میں یہ کہہ رہی تھی کہ چونکہ ایل پی جی گیس پلانٹ وہ بلوچستان کو فراہم کر دیا گیا ہے۔ اب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسکے ذریعے بلوچستان کو تمام علاقے جو بلوچستان کے ہیں اُنکو گیس فراہم کی جائے۔ ہوا یہ جا رہا ہے جو ہم environment کی بات کرتے ہیں کہ جی! ہمیں درخت لگانے چاہئیں، ہمیں plants لگانے چاہئیں۔ ہمیں اُنکی ضرورت ہے۔ یہاں ہمیں گیس نہیں ملتی ہے تو ہم درخت کاٹ کے اپنے علاقوں میں، لوگ سردی سے بچنے کیلئے لکڑیوں کا استعمال کرتے ہیں۔ اب یہ جو لکڑیوں کا استعمال ہو رہا ہے تو پھر environment کہاں جا رہا ہے؟ اس ٹائم بلوچستان رقبے کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ اور ایریا اگر ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ہم خاران کو دیکھیں، واشک، واشک کو دیکھیں، ژوب یہ بہت دُور دُور علاقے ہیں۔ یہاں روڈز بھی نہیں ہیں، بجلی بھی نہیں ہے پانی بھی نہیں ہے۔ بلوچستان میں سمجھتی ہوں سب سے امیر ترین صوبہ ہے۔ اگر آپ گوادریا کو دیکھیں اس وقت سب کی نظریں اُس پر لگی ہوئی ہیں کہ جی! گوادریا بنے گا تو اس سے بلوچستان کی بیروزگاری اور غربت کا خاتمہ ہوگا۔ لیکن کیا ہم نے یہ سوچا ہے کہ غربت اور بیروزگاری کا خاتمہ کیسے ہوگا بلوچستان میں؟ یہ بچے جو بیروزگار ہیں یہ کیسے روزگار پر لگیں گے؟ کیونکہ لوگ باہر سے آ جاتے ہیں؟ اور جب لوگ باہر سے آئیں گے تو پھر اس غربت اور بیروزگاری کا خاتمہ کبھی بھی نہیں ہوگا۔ تو میں یہ سمجھتی ہوں میڈم اسپیکر! کہ یہ بہت اہم قرارداد ہے اسکو منظور ہو جانا چاہیے اور یہ جو کمپنی ہے ایل پی جی میں یہ سمجھتی ہوں کہ اسکے ذریعے گیس مختلف ڈسٹرکٹس اور تحصیلوں میں کوئٹہ کے علاقوں کو فراہم کرنی چاہیے۔ میڈم اسپیکر! میں یہ سمجھتی ہوں کوئٹہ چونکہ heart ہے بلوچستان کا

اور اگر اس ٹائم بھی ہم اس گیس کو، اسکے ذریعے فراہم نہیں کریں گے مختلف علاقوں میں تو میں سمجھتی ہوں کہ پھر یہ ہمارے لئے مشکلات ہوں گی۔ تو میں سمجھتی ہوں کہ وفاق کو اس پر فوری طور پر عملدرآمد کرنا چاہیے اور گیس کی دوسرے علاقوں میں فوری طور پر فراہمی ہونی چاہیے۔ بہت شکریہ۔ میں کہتی ہوں کہ اس قرارداد کو منظور ہو جانا چاہیے۔ یہ چونکہ بلوچستان کے حق میں جاتی ہے۔ ہم بلوچستانی یہاں بلوچستان کیلئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میڈم اسپیکر! اس قرارداد کو ہم سب کو اتفاقی طور پر منظور کر لینا چاہیے۔

محترمہ عارفہ صدیق: میڈم کورم پورا نہیں ہے۔

میڈم چیئر پرسن: سیکرٹری اسمبلی! ایک دفعہ ممبرز کو count کر لیں۔ کورم کیلئے bells کو on کر دیئے جائیں۔

مشترکہ قرارداد نمبر 112 پیش ہو چکی ہے اور اس کی admissibility پر جو جو لوگ بولنا چاہتے ہیں۔ جی عبدالرحمن صاحب آپ بولیں۔

سر دار عبدالرحمن کھیتراں: یہ بڑی اہمیت کی حامل قرارداد ہے اس کو صرف اس نظر سے نہ دیکھیں کہ جی گیس پلانٹ نہیں لگے اور گیس پلانٹ ہم مرکز سے مانگ رہے ہیں۔ اگر اس کی بیک گراؤنڈ میں چیئر پرسن! ہم جائیں تو بلوچستان کی ٹوٹل معیشت اس پر depend کر رہی ہے۔ جیسے کہ آپ کو پتہ ہے کہ رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ آبادی کے لحاظ سے چھوٹا صوبہ ہماری چراگا ہیں ہمارے جنگلات جنگلی حیات اور واٹر لیول یہ تمام چیزیں depend کرتی ہیں بارشوں پر اور یہ قانون قدرت ہے کہ جہاں جنگل نہیں ہوں گے وہاں بارشیں نہیں ہوتیں، سالوں سے سوئی فیلڈ، پھر دوسری فیلڈ بنی ہیں ڈیرہ بگٹی سے گیس نکل رہی تھی کہیں بھی، آخر میں رودھو کے کوئٹہ کو ملی۔ پھر اس طریقے سے قلعہ عبداللہ اور مستونگ ان علاقوں میں قسمت سے گئی۔ زیارت کے جنگلات ہیں یا جو عام درخت ہیں ہمارے کھیتراںی میں کہتے ہیں، کہو، یہ ever-green درخت ہے ان کی وجہ سے بارش مومن سون کی خاص کر میرے علاقے میں مومن سون کے ہم رینج میں ہیں اسی وجہ سے آتے ہیں کہ وہاں جنگلات ہیں۔ ابھی آپ دیکھیں سالوں سال ہم ترس جاتے ہیں اس کوئٹہ میں بارش کی بوند کو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بے انتہا جنگلات کی کٹائی ہوئی۔ چراگا ہیں تباہ ہوئیں مال مویشی مر گئے واٹر لیول اتنا نیچے چلا گیا کہ پچاس فٹ سے ہزار فٹ پر چلا گیا۔ یہ تو اس کا بیک گراؤنڈ ہے۔ اب ہم آتے ہیں گیس پلانٹس کی طرف۔ پرائم منسٹر نے اعلان کیا کہ جی ہم ہر ضلع میں ایک پلانٹ دینگے۔ ہمیں بڑی خوشی ہوئی اس چیز کو سن کے بلکہ ہم نے announce کیا ہمارے پاس چل کے آئے ان کے نمائندے، تین تین، چار چار گروپس کے۔ ایک پانیزئی تھا اس کا ایک گروپ تھا اسپیکر کے چیمبر میں ہم نے میٹنگیں

کیں۔ ہم نے فارورڈ کیے بابت صاحب کی طرف، مولانا واسع صاحب کی طرف، میرے ساتھ ایگریمنٹ، یہ وہ۔ اس کا کیا ہوا کہ فوکل پرسن سرفراز گنٹی کو اُس کا بنایا گیا کیبنٹ میں۔ announce کیا جی آپ فوری طور پر زمینیں دیں یہ کریں وہ کریں۔ جی ٹھیک ہے۔ کہ جی ہم minimum rates پر خریدیں گے۔ ہم نے minimum rate پر lands acquire کرائیں۔ اور finally میری جو اُنکے ڈائریکٹر جنرل ہے یا ایم ڈی ہے اُس سے بات ہوئی کہ جی نہیں ہمیں خیراتی چاہیے، میرے سرفراز آپ ذرا یہ نوٹ کر لیں۔ کہ جی فوکل پرسن میرے سرفراز نے کہا کیبنٹ میں کہ ہم اللہ کے نام پر دینگے۔ میری بڑی بحث ہوئی اُس کے ساتھ میں نے کہا کہ آپ اگر اللہ کے نام پر گیس دے رہے ہیں، پلانٹ لگا کے اُس کو اللہ کے نام پر بانٹیں گے آگے پیسے نہیں لیں گے تو پھر لوگ بھی زمینیں آپ کو اللہ کے نام پر دینگے۔ جب آپ بزنس کر رہے ہیں اُس سے پیسے کما رہے ہیں تو آپ کو بھی اُن کو معاوضہ دینا چاہیے۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ پانچ سات point تو شاید انہوں نے کہیں پرسرکاری زمینیں یہ کیا باقی ٹوٹل 32-33 اضلاع میں کام ٹھپ ہو کر رہ گیا۔ آخر میں جو lastly میری مینٹنگ ان کے ساتھ، ٹیلیفونک مینٹنگ تھی۔ اُس میں یہ ہے کہ جی آپ ہر حالت میں۔ میں نے کہا چلو میں اپنے گاؤں کا جو کمرشل ایریا میں آ رہا ہے، میں اپنے بھائیوں کو، چچاؤں کو خود مطمئن کروں گا، میں دے رہا ہوں۔ لیکن پھر وہ کہتا ہے جی ابھی ٹینڈر ہے آپ نے پتہ نہیں پری کوالیفیکیشن کرانی ہے۔ وہ delay tactics جیسے وہ۔ میڈم چیئر پرسن! بلوچستان میں جس طرف بھی آپ دیکھیں، وہ مخصوص ٹولے ہیں جو قبضہ کر کے بیٹھے ہیں۔ اس کو اس طرف ہونے دیتے ہیں نہ اُس طرف۔ ہر چیز پر وہ قابض ہیں اپنی مرضی سے چلاتے ہیں۔ اُن کی خوشی ہے۔ بسم اللہ اُن کی خوشی نہیں ہے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ نادرا کو دیکھ لیں۔ آپ پولیس ڈیپارٹمنٹ کو دیکھ لیں۔ مخصوص 2014ء سے ایک لابی ہے کوئٹہ پر نازل ہے۔ سوال ہی پیدا نہیں کوئٹہ سے باہر ڈبل، ڈبل الاؤنس لے رہے ہیں۔ لوکل ہمارے پولیس والے در بدر ہیں اسپیشل اُنکو انکریمینٹ بھی مل رہا ہے۔ اُن کی فیملی بھی، ٹکٹ بھی آرہے ہیں جہاز بھی اُن کے لئے فری ہے، بلٹ پروف گاڑیاں بھی اُنکو ملی ہوئی ہیں۔ اور کوئٹہ کی حالت یہ ہے کہ کب کوئٹہ میں قتل عام نہیں ہوا کب لوگ قتل نہیں ہوئے۔ credibility اُن کی کیا ہے۔ اسی طریقے سے نادرا ہے۔ اسکی پوزیشن یہ ہے کہ ہم منتخب نمائندے ٹیلیفون کرتے ہیں اُن کے ادھر سے no-response ”جی کرنل صاحب مینٹنگ میں ہیں کرنل صاحب ادھر ہیں کرنل صاحب ادھر ہیں“ وہی مخصوص لابی اُس پر چھائی ہوئی ہے۔ اسی طریقے سے جو ڈیولپمنٹ ہمارے بلوچستان میں کوئی چارہا ہے، سی ایم چاہتا ہے، دوسرا چاہتا ہے، تیسرا چاہتا ہے۔ same وہی لابی ہے اُس کو بند کیا ہوا ہے لوہے کے کمروں میں، جو اُن کی مرضی ہے وہ کر لیتے ہیں otherwise کچھ نہیں ہے۔ میڈم چیئر پرسن! تھوڑی دیر پہلے

ہمارے فاضل دوست سرفراز نے نشاندہی کی، میں appreciate کرتا ہوں۔ یہ قائد حزب اختلاف کو کہ اس نے جا کے ہائی کورٹ میں پی ایس ڈی پی پر fight کی۔ individual schemes پر fight کی۔ بلڈوزر آورز پر۔ میڈم چیئرسن! بات یہ ہے بلوچستان depend کرتا ہے زراعت پر۔ میرے پاس چارا ایکڑ زمین ہے۔ میرے پاس پیسے نہیں ہیں کہ میں اس پر بلڈوزر کے دس گھنٹے چلا سکوں۔ سات سو، آٹھ سو، ہزار روپے دس گھنٹے، دس ہزار میرے پاس نہیں ہیں میں کیا کروں؟ میرے بچے بھوک سے مرتے ہیں۔ اگر ایک منتخب نمائندہ وہاں آ کے دس گھنٹے دے کے جاتا ہے، وہ individual ہے یا اُس کی پوری فیملی ہے اُس میں؟ یہ انفرادی اور اجتماعی مجھے آج تک سمجھ نہیں آئی کہ انفرادی کیا ہوتی ہے اجتماعی کیا ہوتی ہے اور بلوچستان کی عدالتوں میں یہاں کے imported لوگ نہیں ہیں، یہاں کے لوگ بیٹھے ہیں، وہ ground realities کو جاننا چاہیے۔ میں ہوں میرے ساتھ ایک کتبہ involve ہے میری بیوی ہے میرے بچے ہیں میرے بھائی ہیں۔ میں وہ چارا ایکڑ آباد کرونگا۔ گیل صاحب آئے ہیں۔ یاسی ایم آیا ہے اس نے دس گھنٹے مجھے دیئے وہ زمین آباد ہوگی اس سے میرا میرے بچوں کا میری بیوی کا سب کا پیٹ پکے گا۔ یہ کہاں سے انفرادی ہوگی یہ تو اجتماعی سے بھی آگے ہے۔ تو میں حیران ہوں کہ وہاں یہی مخصوص لابی بہت پاورفل ہے ابھی وہاں جاتے ہیں اُن کے جج صاحبان کو ایسی وہ picture دکھاتے ہیں کہ اُن کا ذہن اس طرف نہیں جاتا ہے۔ یہ کون انفرادی ہے کون اجتماعی ہے۔ ابھی میں مثال دیتا ہوں میڈم چیئرسن! بحیثیت ایک سردار بحیثیت ایک ایم پی اے کے کہ میں ایک ایک کے چیئرسن پر گیا۔ میں نے چندہ کیا۔ ایک بچہ ہے آٹھ، نو سال کا اُس کی زندگی کا سوال ہے۔ ڈیرہ غازی خان میں اس کا آپریشن ہوا kidneys کا اور urine کا وہ بگڑ گیا آپ اس کو دیکھیں آپ کو رونا آئیگا تھیلی لگائی ہوئی ہے۔ pus سے بھری ہوئی ہے، blood اور pus آرہی ہے۔ میں سی ایم صاحب کے پاس گیا گیل کے پاس گیا محمد خان لہڑی کے پاس گیا میں دوستوں کے پاس گیا میں سرفراز کے پاس گیا میں نے دس دس ہزار روپے اکٹھے کیے، ستر اسی ہزار بنے۔ ”جی میڈیکل بند کر دو، یہ عوامی نمائندے کھاتے ہیں۔“ اب اس بچے کا علاج کون کرائیگا؟ with due apologies کہ کیا ہائیکورٹ کا جج کرائے گا یا چیف جسٹس کرائے گا یا سپریم کورٹ کا چیف جسٹس کرائیگا کون کرائیگا؟ اسی طریقے سے ایجوکیشن ہے۔ ”جی منتخب نمائندوں کو نا ایجوکیشن کے سیکٹر میں پیسے نہیں دو یہ کھاتے ہیں۔“ میں ایک سکول میں گیا تھا ایک بچے کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ اُس کے پاس کتابوں کے پیسے نہیں تھے۔ اگر مجھے عوام نے منتخب کیا اگر میں وہ دو چار پانچ ہزار روپے میرے پاس فنڈ ہے، میں دے دوں میری تنخواہیں اپنی بیوی بچوں کو پالوں یا میں عوامی لوگوں میں بانٹ دوں۔ ”نہیں جی یہ انفرادی ہے، یہ اپنے ووٹ پیدا کرتے ہیں۔“ ووٹ تو ویسے ہمیں ملتے ہیں جس کو عوام چاہتے ہیں ان کو

منتخب کر کے ادھر بھیج دیتے ہیں، میڈیکل بند جی۔ ڈی ڈی پی بند۔ جی یہ بھی انفرادی ہے۔ اچھا اٹھا کے پی ایس ڈی پی، وہ picture جا کے وہاں دکھائی ”کہ جی یہ انفرادی اسکیمیں ہیں“۔ میں چیلنج سے کہتا ہوں آئیں میرے ساتھ بیٹھیں، میں ایک قیدی کی حیثیت سے مجھے یہ ہتھکڑی میں لجا سکتے ہیں ہائیڈروکسائیڈ میں بٹھائیں۔ میں ثابت کرونگا کہ اس پی ایس ڈی پی میں ایک اسکیم بھی انفرادی نہیں ہے۔ انفرادی سے آپکا مقصد کیا ہے کہ ہر انسان کھبے کی طرح پیدا ہوا ہے اُس کا نہ آگے ہے نہ پیچھے۔ میڈم چیئر پرسن! آپ ground realities میں جائیں گے۔ گیس کی پوزیشن یہ ہے کہ نہیں ہے ایک ڈسٹرکٹ میں سرکاری زمین نہیں ہے۔ نہیں لگے گا جی پلانٹ۔ درخت کی کٹائی ہو رہی ہے جنگلات ختم ہو رہے ہیں، چراگاہیں ویران ہو رہی ہیں۔ بعض وہ جو برنس کر رہے ہیں وہ جی مفت میں ملے گی زمین تو ہم دینگے نہیں۔ میڈم چیئر پرسن! ہمیں چاہیے، ہمیں عوام نے منتخب کیا ہے، ہمیں فنڈز چاہئیں۔ ہمارے اپنے لوگ، ایک دن میں ظفر اللہ جمالی کے پاس میری ادھی فیملی بیٹھی ہوئی تھی اُس کا ماموں ہے میرا چچا ہے انٹرویو آ رہا تھا ”کہ بلوچستان والے ایم پی ایز کو پچیس، پچیس کروڑ ملتے ہیں، کھا گئے پی گئے سوارب روپے“، کیا ہمیں اٹھا کے آپ خود چیئر پرسن! آپ ایم پی اے ہیں، کیا ہمیں وہ خزانہ کھول کے پچیس کروڑ اٹھا کے تھیلے میں ڈال کے دے دیتے ہیں ”کہ جاؤ کھاؤ جان بناؤ عیاشی کرو“ ہم identify کرتے ہیں۔ ہم وہاں سے منتخب ہو کے آئے ہیں۔ آپ اسلام آباد کے بیورو کریٹ ہیں، اُس کو بار کھان کا، وٹا کری کا، کیا پتہ ہے کہ وہاں کیا ہے کس چیز کی ضرورت ہے۔ پانی کی ضرورت ہے۔ ٹرانسپورٹ کی ضرورت ہے۔ وہاں دس بلڈوزر کے گھنٹوں کی ضرورت ہے۔ ہمیں منتخب کیا ہے۔ ہمیں اپنے حلقے کے چپے چپے کا پتہ ہے ہم اُس کی ہر نشاندہی کرتے ہیں اُن پر پی ایس ڈی پی بنتی ہے اُس پر پی ایس ڈی ڈی رکھتا ہے فنانس پیسے مختص کرتا ہے۔ اب آپ TV کو on کریں خبر چل رہی ہے۔ ابھی with due apologies سیاست کے کپڑے اتر رہے ہیں کوئی اسٹیکر پرسن ہے اُس کا character کیا ہے۔ وہ ہمیں اتنی گندی picture کر کے کہ بازار میں جائیں، جی یہ منتخب نمائندہ ہے۔ دنیا کا کرپٹ ترین یہ ہے۔ باقی ساروں کے دامن پر فرشتے سجدے کرتے ہیں۔ ہماری یہ perception بنا دی گئی ہے۔ چاہے وہ عدالتوں کے سامنے ہیں چاہے وہ بیورو کریسی کے سامنے ہیں۔ ہم کہاں جائیں؟ ہمارے عوام کہاں جائیں؟ اسکیم ہم نہیں دے سکتے ”کہ جی انفرادی ہے“۔ PSDP ڈاکٹر حامد نے بنائی 400 اسکیمیں دیں۔ ”جی انفرادی ہے“۔ مجھے اور ڈاکٹر حامد کو بلاؤ میں نے یہ بحث بنایا ہے۔ میں نے نوکری کی ہے، میں نے اکناکس میں۔ مجھے یہ ثابت کر دیں کہ کھبے کی طرح ایک آدمی تھا اس کو اسکیم ملی ہے۔ آپ کر سکتے ہیں آپ نے بنائی ہے یہ پی ایس ڈی پی۔ with due apologies یا میرے آئیڈیل کوئی بھی جج وہ یہ ثابت کریں کہ یہ انفرادی ہے۔ نہیں، وہ صرف عوامی نمائندوں کو

زسوا کرنے کے لیے مثال دی۔ عبدالرحیم جان وہاں، عبدالکریم نوشیروانی نے بات کی، آگے سے جج صاحب نے کہا ”کہ یہ اسمبلی نہیں ہے کہ تم ادھر تقریریں کرو“۔ بھائی ہم نے اسمبلی میں بولنا ہے ہم نے مسائل اٹھانے ہیں۔ ہم کہاں جائیں کس کے آگے بولیں؟ ہم بولیں گے۔ پچھروئے گا تو ماں دودھ دیگی۔ بیہوش پڑا ہے مر گیا وہ ماں کو پتہ نہیں ہے کہ وہ سویا ہوا ہے مرا پڑا ہے یا بیہوش ہے۔

میڈم چیئر پرسن: سردار صاحب! windup! کر دیں۔

سردار عبدالرحمن کھیتراں: جی جی کر رہا ہوں۔ میری تو گزارش یہ ہے کہ یہ اہم قرارداد ہے اسمیں میں گزارش کروں گا فوکل پرسن سے جب وہ اس کو sum-up کریں گے۔ جہاں زمین available ہے پیٹنگ گورنمنٹ دیدے ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے، جہاں نہیں ہے purchase کرے، یہ business کر رہے ہیں۔ آگے یہ میٹر لگائیں گے آگے یہ پیسے لیں گے acquire کرائیں۔ revenue department سے، ڈپٹی کمشنر سے acquire کرائیں۔ immediately جتنی کٹائی ہوگئی وہ ہوگئی جتنا برباد ہو گیا بلوچستان ہو گیا اب ہم حقوق کی بات کرتے ہیں جی یہ آزادی کی بات کرتے ہیں ہم کہاں جائیں۔ ہم کوئی بات کرتے ہیں ”تو غدار ہیں“ اگر یہ غداری ہے تو ہم بار بار یہ غداری کریں گے ہم بلوچستان کے حقوق کے لیے بات کریں گے ہم اپنے علاقوں کے حقوق کے لیے بات کریں گے۔ اگر یہ ہمیں دس دفعہ غدار کہیں پھانسی بھی دیں ہمیں قبول ہے۔

میڈم چیئر پرسن: سردار صاحب! آپ کا point آ گیا میں باؤس سے رائے لے رہی ہوں۔

سردار عبدالرحمن کھیتراں: میں windup کرتا ہوں۔

میڈم چیئر پرسن: مشترکہ قرارداد نمبر میں اسکی منظوری لے لوں۔

سردار عبدالرحمن کھیتراں: ایک منٹ میڈم! تو میری گزارش یہ ہے تمام ایوان سے کہ اسکو مشترکہ طور پر لاکر کمیٹی بنا دیں۔ فوکل پرسن کے ساتھ کمیٹی بیٹھ جائے، immediately جتنی remaining ہیں اُنکے ٹیڈر ہونے چاہئیں اور پلانٹ لگنے چاہئیں۔ thank you

میڈم چیئر پرسن: آیا مشترکہ قرارداد نمبر 112 منظور کی جائے؟ جی زیارتوال صاحب۔

قائد حزب اختلاف: میڈم! اس پر ہم بولیں گے یہ تمام چیزیں ریکارڈ پر آئیگی۔

میڈم چیئر پرسن: میں نے مائیک ڈاکٹر حامد کو دی ہے۔ جی ڈاکٹر حامد۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: جس طرح سردار صاحب نے کہا کہ ہماری یہ خشک سالی، یہ جنگلات کی کٹائی، یہ پانی کا ایک ہزار فٹ تک جانا، یہ تمام وہ چیزیں ہیں جو ہمارے تمام جنگلات ہم ایندھن کے طور استعمال کرتے ہیں۔

1952ء میں یہ گیس نکلی ہے۔ اور کسی بھی پشتون، بلوچ کو ابھی بھی ہمیں نہیں ملی ہے یہ انتہائی important قرار داد ہے اس کی جتنی بھی ہم حمایت کریں کم ہے۔ ایک بات آپ کے نوٹس میں اور فوکل پرسن کے نوٹس میں۔ وہ کدھر گیا ہاں چلو آپ نوٹ کریں۔ قلعہ عبداللہ ڈسٹرکٹ جو سات، آٹھ لاکھ کی آبادی پر مشتمل ہے ہم نے پلانٹ بھی دیا۔ ڈی سی سے بھی بات کی۔ فوکل پرسن نے کہا کہ یہ مجھ پر چھوڑ دو۔ قلعہ عبداللہ ڈسٹرکٹ کا ذکر ہی نہیں ہے جو جنگلات پر dependent ہے جس کو پانی کی ضرورت ہے اسمیں آپ سے یہ favour لینے کی کوشش کروں گا کہ اُس کو بتادیں کہ قلعہ عبداللہ ڈسٹرکٹ کے تمام، وہ لوگ چلے بھی گئے ہیں ہم نے پلاٹ بھی دیا ہے اس کو کم از کم include تو کر دیں، یہ ہر ڈسٹرکٹ میں انہوں نے وعدہ کیا ہے پورے قلعہ عبداللہ ڈسٹرکٹ کا mention ہی نہیں ہے۔

Thank you very much

میڈم چیئر پرسن: زیارتوال صاحب! آپ اس قرار داد کے بارے میں کہنا چاہیں گے؟ اچھا! جی لیاقت آغا صاحب۔

آغا سید لیاقت علی: میڈم چیئر پرسن! یہ بڑی اہمیت کی حامل قرار داد ہے، اسمیں کچھ technicalities ہیں ایک تو یہ کہ فیڈرل گورنمنٹ نے 11 نومبر 2016ء کو پاکستان کے مختلف شہروں میں identify کیے تھے جس میں LPG پلانٹس لگنے تھے۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: میڈم چیئر پرسن! اس قرار داد کو تو آپ اور ہم سب مل کر منفقہ طور پر منظور کر لیا تھا۔

میڈم چیئر پرسن: یہ دو ممبرز بولنا چاہ رہے تھے ان کو میں نے موقع دے دیا۔

آغا سید لیاقت علی: 112 پرتو ہم بیٹھے ہیں۔

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: محترمہ یاسمین بی بی لہڑی! یہ تو رولنگ آگئی تھی اسپیکر صاحبہ کی۔ منظوری کی رولنگ آگئی تھی۔

میڈم چیئر پرسن: آغا صاحب! منظور ہوگئی ہے۔

آغا سید لیاقت علی: منظور ہوگئی ہے تو پھر اس پر کیا بولنا ہے۔

میڈم چیئر پرسن: جناب طاہر محمود خان صوبائی وزیر اور ڈاکٹر شمع اسحاق صاحبہ اراکین اسمبلی میں سے کوئی ایک

محرک اپنی مشترکہ قرار داد نمبر 113 پیش کریں۔

قائد حزب اختلاف: میڈم قرار داد نمبر 112 کی ابھی تک آپ نے منظوری نہیں لی ہے۔

میڈم چیئر پرسن: منظوری ہاؤس نے دی ہے۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: منظوری ہاؤس سے لی تھی اور ہم نے منظور کی تھی۔

- قائد حزب اختلاف: نہیں میڈم چیئر پرسن! اُس وقت ہم کھڑے ہو گئے، میں نے کہا ہم اس پر بولیں گے۔
- میڈم چیئر پرسن: سیکرٹری صاحب! منظوری انہوں نے دی تھی؟
- ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: منظوری ہاؤس سے لی تھی۔
- قائد حزب اختلاف: منظوری ہاؤس سے لیں گے، ہم میں سے کسی نے بھی نہیں کہا ہے کہ ہاں منظور۔ میں کھڑا تھا۔
- ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: میڈم چیئر پرسن نے منظوری ہاؤس سے لی تھی اور ہم نے منظوری دی تھی۔ اس کے بعد ڈیسک بھی بجائے تھے۔
- قائد حزب اختلاف: میں کھڑا تھا میں نے یہ بات آپ سے کہی کہ اس پر ہم بولیں گے بعد میں منظوری لے لیں۔
- ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: منظوری لی تھی تو آپ لوگ سن رہے تھے۔
- قائد حزب اختلاف: اس پر ہم بولیں گے پھر اس کے بعد آپ منظوری لے لیں۔ آپ نے چھوڑ دیا۔ یہ پاس نہیں ہوئی ہے۔ اس کو طریقے سے پاس کریں گے۔ اس پر بولیں گے۔ اس کے technicalities پر بولیں گے۔ یہ اس طریقے سے نہیں ہوا تھا۔ اس کی ٹیکنیکل تمام چیزیں ہیں ہمارے پاس ریکارڈ موجود ہے۔
- میڈم چیئر پرسن: زیارتوال صاحب! آپ اس پر بات کرنا چاہیں گے؟
- قائد حزب اختلاف: بالکل کرنا چاہیں گے۔
- میڈم چیئر پرسن: آپ کریں۔ شمع صاحبہ! آپ تشریف رکھیں۔ لیکن میری آپ سے request ہے کہ اسکو تھوڑا سا kindly اختصار کیساتھ کر دیا جائے۔ بالکل اہمیت کی حامل ہے۔
- قائد حزب اختلاف: میڈم چیئر پرسن اختصار کے ساتھ بولیں گے۔
- میڈم چیئر پرسن: مہربانی۔
- قائد حزب اختلاف: لیکن یہ اتنی اہم ہے آپ کو بیٹہ شہر میں یا لاہور میں۔
- میڈم چیئر پرسن: یہ اتنی اہم ہے زیارتوال صاحب! کہ آپ ہی کی پارٹی کے ایک ممبر نے کورم کی نشاندہی کر کے اجلاس کو ختم کر دیا تھا so please آپ اسکو continue کریں۔ please time waste نہیں کریں آغا صاحب! please continue it یا سیمین صاحبہ! بیٹھ جائیں۔
- محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: میڈم اسپیکر! اگر point of order پر میں ایک بات کہوں۔

آغا سید لیاقت علی: اگر آپ ہم لوگوں کو بولنے دیں گے ٹھیک ہے نہیں تو نکل جائیں گے پھر کورم۔۔۔
محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: میڈم اسپیکر نے کہا کہ ہمارے ساتھیوں نے مطلب ہم یہ نہیں چاہتے ہیں ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ کارروائی آگے چلے۔

میڈم چیئر پرسن: یاسمین صاحبہ! please تشریف رکھیں۔ آغا صاحب! آپ continue کریں۔

آغا سید لیاقت علی: یہ میڈم چیئر پرسن اسلام آباد سے ایک۔۔۔

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: اپوزیشن کے اراکین بیٹھے ہوئے ہیں اور ہم رات 9 بجے تک بیٹھیں گے لیکن یہ ہے کہ اگر آپ اس طرف دیکھیں ہمیں افسوس یہ ہوتا ہے کہ ہم اگر پارلیمنٹ کی وقار کی بات کرتے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ پارلیمنٹ superior ہے تو پھر ہم صرف سی ایم صاحب آ کر آج شکر ہے سی ایم صاحب کے آنے کے بعد کچھ افراد ہمیں وہاں کچھ لوگ ہمارے آئیبل ممبرز نظر آئے لیکن حاضری لگا کر پھر واپس چلے گئے۔

میڈم چیئر پرسن: یاسمین صاحبہ! آپ تشریف رکھیں۔ آغا صاحب! آپ continue کریں۔

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: اگر ہم نے کورم کی نشاندہی کی تو پھر پورا بھی ہم نے کیا ہماری نشاندہی کا مقصد یہ تھا۔

میڈم چیئر پرسن: آپ پلیز، میں نے آپ کو مائیک نہیں دیا۔ آغا صاحب! آپ continue کریں۔

جناب عبید اللہ جان بابت: ایک محمد خان لہڑی نے کورم پورا کیا تھا۔

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: بالکل یہ احساس ہونا چاہیے گھر سب کے ہیں صرف ان کے نہیں ہیں۔

آغا سید لیاقت آغا: میڈم چیئر پرسن! 11 نومبر 2016 کو فیڈرل گورنمنٹ نے ایک decision of

the meeting of the economic coordination committee ECC of the

cabinet میں یہ پاس کرایا تھا کہ ملک میں بلوچستان صوبہ بلوچستان کے تقریباً 16 ڈسٹرکٹس میں

petroleum gas پلانٹس لگیں گے اور پھر اس نے شہر میں ڈسٹریبوشن پائپ بھی distribute ہوں گے یہ

11 نومبر 2016ء کو ہوا تھا پھر چلتے چلتے سوئی سدرن گیس کو یہ hand over کیا گیا کیونکہ سوئی سدرن گیس اس

صوبے کی natural gas سے پیسے کما رہی تھی تو اس سے یہ کہا گیا تو آپ اس صوبے کے ان stations کو

پائپ لائن پہنچائیں یا پھر liquid petroleum gas اس کے پلانٹ آ کر لگایا جائے۔ پھر کیا ہو جی کہ

سوئی سدرن گیس کمپنی نے اکتوبر 2017ء میں ایک tender document کیا اور اس میں بد قسمتی سے

فیڈرل گورنمنٹ نے جو ان کو 16 ڈسٹرکٹس کا کہا تھا ان میں سے صرف 7 یا 8 کا انہوں نے announce کیا کہ

ان میں ہم لگائیں گے۔ فی الحال اور بقایا ڈسٹرکٹ کو انہوں نے ignore کیا۔ میڈم چیئر پرسن! بڑا جو سب سے

زیادہ اس میں جو غلط کام ہوا وہ یہ کہ سوئی سدرن گیس نے اپنے tender documents میں جو انہوں نے issue کیے تھے وہ کچھ فرموں کو pre qualify پھر ان کو tenders issue کیے ہمارے اس بلوچستان اس صوبے کی کسی بھی کمپنی کو pre qualify نہیں کیا گیا آپ اندازہ لگائیں میڈم چیئر پرسن! کہ کما تے تو ہمارے صوبے سے ہیں گیس ہماری صوبے سے نکل رہی ہے اور installation اور پھر کیا ہوا ہے کہ جن کمپنیوں کو pre qualify کیا گیا ہے وہ ایل پی جی گیس کے برنس میں ہے ہی نہیں ہمارے اس وقت بلوچستان میں اس صوبے کی 9 کمپنیاں ایسی ہیں جن کی filling stations یہاں اس شہر میں لورالائی میں خضدار میں اور گوادر میں لگے ہوئے ہیں ہم ہر ایک کمپنی کے یہ 9 کمپنیاں ہیں ان میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ اس installation جو دوسری کمپنیاں باہر سے آ کر ادھر کریں گی ہم اس سے کم مدت میں ادھر کر سکتے ہیں یہ نہیں ہوا ہے۔ میڈم چیئر پرسن! پھر اس کے بعد کیا ہوا کہ آج تک جو فرموں کو pre qualify کیا گیا ہے جن کو location tender کیے گئے ہیں ان سے کبھی یہ نہیں کہا گیا ہے ہم نے جب ان کو پریس کیا کہ یہ کیوں نہیں ہوا ہے تو وہ کہتا ہے کہ جی جب ان سے کوئی بات نہیں بنی کہ اب سردی ہے تو ہم پریس اپریل میں شروع کریں گے ہم نے ان سے کہا کہ تربت میں سردی نہیں ہے کچھ میں سردی نہیں ہے وہاں کیوں آپ شروع نہیں کر رہے ہیں تو یہ اس صوبے کے ساتھ بددیانتی ہے پہلے ECC نے ہمارے 16 ڈسٹرکٹ کا کیا۔ 16 میں سے انہوں نے چھان کر کے 9 کیے ہیں اور ان 9 میں بھی جو ٹینڈر کیا ہے ابھی تک انہوں نے یہ نہیں کیا ہے پھر میڈم چیئر پرسن۔۔۔

(خاموشی۔ اذان مغرب)

میڈم چیئر پرسن: آغا صاحب! continue کریں۔

آغا سید لیاقت علی: میڈم چیئر پرسن! اس میں جو سب سے بڑی جو زیادتی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ liquid petroleum gas اس کا اس ملک میں پروڈکشن 1400 ٹن کے قریب ہے اور اس میں سے 700 یا 800 ٹن وہ پارکوں، ڈیرہ غازیخان جہاں پارکوں کا installation ہے وہاں سے یہ produce ہوتی ہے اب انہوں نے کیا کیا ہے میں نے خود پرائم منسٹر صاحب سے ادھری کہا تھا کہ جناب! جب آپ نے یہ اسٹیشن بنانے ہیں یہاں ہم کو خدا کے لیے imported کی گیس LPG کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑیں۔ ہمیں اگر دینا ہے تو آپ پارکوں سے دیں یا کراچی کے refinery سے دیدیں تاکہ ہمیں continue یہ گیس ملتی رہے اس میں میڈم چیئر پرسن! جو technical point ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت imported gas تفتان یا imported gas پورٹ قاسم ان کی قیمت اس وقت ساڑھے چھ سو ڈالر ہے per ton C اور جو گیس پارکوں

produce کر رہی ہے وہ ساڑھے چار سو ڈالر کے دے رہی ہے اب آپ دو سو ڈالر کی اگر imported gas میں ہم trespassing ڈالیں تو یہ ساڑھے چھ سو پلٹس دو سو ڈالر ٹرانسپورٹیشن transportation یہ آٹھ سو ڈالر کے پڑیں گے ہمیں تو یہ بجلی سب سے زیادہ مہنگی پڑے گی اور پھر یہ وہی کریں گے جس طرح اس وقت کر رہے ہیں کہ جی ادھر چونکہ آپ for fore area ہے تو آپ کو اتنا زیادہ extra payment کرنا پڑے گا تو اس میں یہ ہاؤس یہ پاس کریں کہ ہمیں یہ stations کی فوراً۔ ایک تو اس کی فوراً ٹینڈر کر کے اس کی تعمیر شروع کی جائے اور مدت بتائی جائے کہ کیونکہ پرائیویٹ کمپنی جو ہے میرا اپنا filling station پورٹ قاسم کا ہے اور یہاں کونٹے میں ہے ہم نے 6 مہینے میں ہمارے ساتھ 120 ٹن کا جو 6 مہینے میں ہم نے بنایا ہے ان کے اسٹیشن اس سے چھوٹے ہیں ہم یہ 2 مہینے میں بنا کر دے سکتے ہیں انہوں نے period سال دو سال کا دیا ہے اس لیے lengthy کرنا چاہتے ہیں یہ ہے کہ investment نہیں کریں تو میری اس ہاؤس کے توسط سے یہ گزارش ہے کہ نمبر ایک اس میں local LPG کا کوٹہ allocate کیا جائے ہر شہر کو ہر ڈسٹرکٹ کو۔ تاکہ یہ سستی پڑے نمبر دو period of installation mention کیا جائے کہ کم سے کم یہ 6 مہینے میں تمام اسٹیشن جو انہوں نے ابھی گیارہ اسٹیشن کیے ہیں اس پر یہ install کیا جائے نمبر تین transportation کا طریقہ وہ identify کیا جائے کہ کون اس کو ٹرانسپورٹ کریگا اور کیسے پہنچائے گا۔ تو ان ترمیمات کے ساتھ میری یہ گزارش ہے کہ اس تحریک کو منظور کیا جائے۔ شکر یہ جی۔

میڈم چیئر پرسن: جی زیارتوال صاحب۔

قائد حزب اختلاف: اس وقت ہاؤس کے سامنے ہے۔ میں چیئر پرسن کی حیثیت سے آپ کو بتانا یہ چاہتا ہوں کہ باقی technicalities پر لیاقت آغانے اپنی بات آپ کے سامنے یا اسکے سامنے رکھ دی ہے۔ بنیادی طور پر ایک تو مسئلہ یہ ہے کہ internationally, globally سارے لوگ اس پر لگے ہیں کہ ماحولیات خراب ہو گئی ہے۔ بارشیں ہوتی نہیں ہیں۔ اور جب ہوتی ہیں تو وہ طوفانی قسم کی بارش اور سارے علاقے کو بہا کر لے جائے۔ اور یہ صورتحال ماحولیات کی وجہ سے سامنے آئی ہے۔ اور دوسری بات جو گیس ہمیں فراہم کر رہے تھے۔ وہ منظور بھی ہوا تھا۔ اندر سے معاملہ یہ تھا کہ صوبہ کے دور دراز علاقے ہیں پائپ بچھانے میں بہت زیادہ خرچہ آتا ہے۔ ضروری یہ ہے کہ کم از کم ٹاؤن کو، تحصیل ہیڈ کوارٹر کو، ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر کو، ڈویژنل ہیڈ کوارٹر کو آڈیو گیس فراہم کی جائے۔ تو وہ منظور بھی ہوا تھا۔ اور ہم نے بھی انکے ساتھ agree کیا تھا۔ باقی بعد میں دیکھیں گے کیا ہے کیا نہیں ہے۔ کہاں سے گیس آجاتی ہے۔ لیکن ہوا یہ کہ یہ سب کچھ منظوری کے بعد پہلے ایک بہانہ بنایا کہ ہمیں زمین نہیں مل رہی ہے۔ جہاں جہاں شکایتیں تھیں۔ سرفراز صاحب بیٹھے ہیں وہ شکایت فوکل پرسن کی حیثیت سے ہم نے انکی دُور کروائی ہے۔ جن

جن علاقوں کا یہاں ذکر ہے۔ اور اس میں آدھے چھوڑ کر اب آدھے علاقوں کو، آدھے اضلاع کو دے رہے ہیں۔ میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں جب سب کیلئے منظور ہوئی تھی سب کے سروے اور feasibility ہو گئی ہے۔ تو سروے اور feasibility کے بعد کچھ کو چھوڑنا، کچھ کو دینا یہ غلط ہے۔ دوسری بات یہ ہے ٹینڈرنگ کروائی ہے۔ ٹینڈرنگ سے پہلے مسئلہ یہ ہوا کرتا ہے کہ کمپنیاں اُس سے prequalify لیتے ہیں۔ prequalification کیلئے لوگوں نے اپلائی کی ہے۔ میرے خیال میں کوئی اٹھارہ، بیس کمپنیاں آئی ہیں۔ اس میں سے دو کو prequalification کیا ہے۔ دو کو prequalify کرنے کے بعد اب ان دونوں پر اعتراضات کر رہے ہیں۔ lit means اس کام کو التوا میں ڈال رہے ہیں۔ اور ہمیں اس گیس سے ہمیشہ کیلئے محروم رکھیں گے۔ میں ٹیلیفون پر اُن سے بات بھی کر چکا ہوں۔ یہ جو التوا ہے اور یہ جو انہوں نے prequalification کی ہے۔ اس میں انکے ٹیکنیکل لوگ تھے۔ انہوں نے prequalify کر کے دو کمپنیوں کو۔ جس کو انہوں نے prequalify کیا ہے۔ اس سے بھی ہمارا کوئی سروکار نہیں ہے۔ اب وہ prequalification کے بعد جب ٹینڈرنگ پر جا رہے ہیں تو اس میں ابھی کیڑے نکال رہے ہیں یہ ایسا ہے وہ ایسا ہے۔ اُس دن، جس دن prequalify کر رہے تھے۔ کیا آپ کے ٹیکنیکل لوگ موجود نہیں تھے؟ کیا آپ نے ان technicalities کو نہیں دیکھا؟ جو بھی کمیاں تھیں۔ جب اٹھارہ کو آپ reject کر رہے تھے دو کو accept کر رہے تھے۔ دو کو prequalify دے رہے تھے۔ prequalify کر رہے تھے۔ تو التوا کسی بھی صورت میں ہمیں منظور نہیں ہے۔ اس لیے لے آئے ہیں کہ اگر انکے پاس پیسے نہیں ہیں جس سے بھی التجا کریں گے۔ آپ کا یہ صوبہ اس کا جو رقبہ ہے اس کے جو جنگلات ہیں جو ختم ہونے کو ہیں۔ اگر دوبارہ جنگلات کی بحالی ہو جائے تو اس خطے کی انوائرنمنٹ کو، ماحولیات کو ٹھیک کرنے میں کردار بھی ادا کر سکتے ہیں۔ اور اس بنیاد پر ٹیکنیکل رپورٹ بنا کر دُنیا کے ڈونرز ایجنسیوں سے مدد بھی لی جاسکتی ہے۔ تو ایسی صورتحال میں اسکو التوا میں رکھنا ضرورتیں ہیں انکو پورا نہیں کیا جاسکتا ہے۔ تو انکا جو ٹیکنیکل مسئلہ ہے۔ قرارداد ہم اس بنیاد پر پاس کر رہے ہیں۔ ہاؤس سے اسکی منظوری لے رہے ہیں کہ اس قرارداد پر عملدرآمد کیلئے۔ پھر اگر ہاؤس کی کمیٹی ہو وہ باقی چیزوں کیلئے جائے تو اس پر بھی۔ چیئرمین صاحبہ! بات یہ ہے کہ انکو یہاں بلا کے آپ اس کام کو التوا میں کیوں رکھ رہے ہیں۔ انکو یہاں بلا کر انکو ذمہ دار بنا کر سرفراز صاحب بیٹھے ہیں سارا کام مکمل ہے۔ اور یہ late ہمارے اس پر وہ نہیں پڑتا۔ تو بات یہ ہے کہ انکو یہاں بلا کر، انکو بٹھا کر گورنمنٹ کے طور پر، ہاؤس کے طور پر، custodian کی حیثیت سے بلائیں۔ انکو بٹھائیں کہ آپ یہ التوا کیوں کر رہے ہیں۔ میں نے ٹیلیفون پر بات کی۔ اس نے کہا ایسی کوئی بات نہیں ہم کر رہے ہیں۔ دو سال تو آپ نے گزار دیئے ہیں۔ اب سب کچھ مکمل ہے اور prequalification آپ نے کی ہے۔

اور ٹینڈرنگ پر آپ چلے گئے ہیں۔ اور prequalification کے پیچھے پڑ گئے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ یا تو کوئی کدھر سے کوئی کام اسکے ساتھ ہو رہا ہے۔ کسی کو ڈالنے کیلئے یا کسی کا نام لانے کیلئے۔ اور پہلے بھی ہم اس میں نہیں تھے۔ آج بھی اس ہاؤس میں سے کوئی اسکے ساتھ نہیں ہے۔ ہمیں پتہ بھی نہیں ہے کہ prequalification کس نے کیا ہے کونسی کمپنی ہے جب ہوگئی ہے تو بس ہوگئی ہے۔ اسکے حوالے سے ابھی کہاں جائیں۔ تو اتنی سی گزارش ہے آپکے توسط سے۔ ہاؤس سے میری request ہے کہ اس قرارداد کو منظور کریں۔

میڈم چیئر پرسن: سوال یہ ہے کہ مشترکہ قرارداد نمبر 112 آغالیقت صاحب کی ترامیم کے ساتھ منظور کی جائے؟ مشترکہ قرارداد نمبر 112 منظور ہوئی۔ جناب طاہر محمود خان، صوبائی وزیر اور نیشنل اسماعیل بلوچ صاحبہ، اراکین اسمبلی میں سے کوئی ایک محرک اپنی قرارداد نمبر 113 پیش کریں۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: Thank you Madam Speaker! ہر گاہ کہ نیشنل ووکیشنل اینڈ ٹیکنیکل ٹریننگ کمیشن (نیوٹیک) کا قیام 30 دسمبر 2005ء کو عمل میں لایا گیا۔ جس کا مقصد غریب، ہونہار طلباء و طالبات کی تعلیم اور تربیت اور انکو بہتر روزگار فراہم کرنا تھا۔ لیکن جس مقصد کیلئے یہ ادارہ قائم ہوا تھا اس کا اب تک کوئی خاطر خواہ نتیجہ سامنے نہیں آیا تب سے لیکر اب تک اور یہ ادارہ اب دیگر حکموں سے کم اجرت پر ملازمین کو تربیت کرانے کیلئے استعمال کر رہا ہے۔ جس سے ادارے کی کارکردگی متاثر ہونے کے ساتھ ساتھ ہونہار طلباء اور طالبات کو معیاری تربیت کے حصول میں شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ (نیوٹیک) کا قیام اس مقصد کے لئے عمل میں لایا گیا تھا اس پر عملدرآمد کرانے کے لئے ضروری اقدامات کرائے جائیں۔ شکریہ۔

میڈم چیئر پرسن: مشترکہ قرارداد نمبر 113 پیش ہوئی۔ کیا محرکین اسکی موزونیت کے بارے میں کچھ کہنا چاہیں گے؟

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: شکریہ میڈم اسپیکر! آپکی توجہ نیشنل ووکیشنل اینڈ ٹیکنیکل ٹریننگ کمیشن (نیوٹیک) کی جانب مبذول کرانا چاہتی ہوں۔ یہ ادارہ 30 دسمبر 2005ء میں وجود میں آیا۔ اسکا بنیادی مقصد یہ تھا کہ یہاں کے جوانوں میں اُنکو skills اور trained کر کے اور پھر دوسرے اہم اداروں میں بھیج سکیں۔ لیکن یہاں یہ اسکے برعکس ہوا۔ بلوچستان کی بیروزگاری اور غربت کا آپکو خود اندازہ ہے۔ حالانکہ بلوچستان امیر ترین صوبہ ہے۔ اگر ہم دیکھیں ساحل و وسائل ہمارے پاس ہیں۔ ہم گوادرد کو دیکھیں، سی پیک اب بننے جا رہا ہے۔ اور اُس میں ہم اپنے بچوں کو روزگار دے سکتے ہیں۔ ڈسٹرکٹ اور تحصیل لیول پر اسکا قیام عمل میں لایا جاسکتا تھا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا اس میں اسکے

برعکس اُن نوجوانوں کو یہاں ایڈمیشن دیا گیا جو کہ اثر و رسوخ رکھنے والے لوگ تھے جن کو پشت پناہی حاصل تھی۔ وہ لوگ یہاں لائے گئے۔ اور اُنکو یہاں اس محکمے میں جس طریقے سے اگر ہم دیکھا جائے deputation پر لوگوں کو لایا گیا۔ جس میں ہیلتھ کے لوگ بھی تھے۔ اور کلرک وغیرہ بھی تھے۔ بہت سے ایسے لوگ جنکو اس ادارے میں رکھا گیا جنکے پاس پہلے سے بھی نوکریاں تھیں۔ یہاں اُن غریب لوگوں کو بالکل نظر انداز کیا گیا جو مستحق تھے۔ اگر انکی مراعات جو تھیں جس طرح کہ یہاں لکھا گیا تھا۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ ہم اُنکو 30 ہزار 15 ہزار 4 ہزار۔ اُسکے برعکس اُنکو 2 ہزار بھی مشکل سے دیئے جاتے تھے۔ تو میڈم اسپیکر! یہاں اس قرارداد کو لانے کا مقصد یہ ہے ملک کے جو بیروزگار اور کم پڑھے لکھے لوگ تھے اُنکو بھی ہنر فراہم کیا جائے۔ لیکن اُنکو ہنر بھی فراہم نہیں کیا جانے لگا اور اُنکو مختلف شعبوں میں جس طریقے سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے کہ اُنکو skills فراہم کیا جائے یا اُنکو پڑھائی لکھائی یا سلائی کرٹھائی، لیکن اسکے برعکس انہوں نے یہ کیا کہ ان بچوں کو نہیں رکھا۔ اور انکی بیروزگاری کا خاتمہ بھی نہیں ہو پایا۔ اور اُسکے برعکس مختلف محلوں کے ملازمین جو اثر و رسوخ رکھنے والے تھے ڈیپوٹیشن پر (نیوٹیک) میں آنا شروع ہوئے۔ حتیٰ کہ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ اور vaccinators دوسرے مختلف محکموں سے بھی کلرک اور دوسرے عملے بڑی تعداد میں یہاں آئے۔ اب سوالیہ نشان یہ ہے کہ میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ ہماری صوبائی حکومت کے دور میں بھی ہوتا رہا اور ہم اس سے بے خبر رہے۔ لیکن چونکہ ابھی ہمارے نوٹس میں تمام چیزیں آچکی ہیں۔ تو میں یہ سمجھتی ہوں کہ جو گورنمنٹ کے ادارے جیسے کہ گورنمنٹ ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ اور گورنمنٹ کے جو دوسرے پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کے ذریعے جس میں مختلف این جی اوز اور جو کہ لیبر ڈیپارٹمنٹ سے بھی تعلق، مخصوص سٹوڈنٹ رکھتے ہیں ہنر منڈریننگ پر مطلوبہ جو اہداف ہیں اُنکو پورا اُتارا جائے۔ اور سمیں آخری بات یہ ہے کہ میڈم اسپیکر! ان تمام process کو transparent ہونا چاہیے۔ اور شفافیت سے کیا جائے۔ مگر افسوس ایسا نہیں ہوا۔ لیکن جو من پسند لوگ لگائے گئے اور میرٹ کی دھجیاں بھی اُڑائی گئیں۔ آخر میں میں یہ کہو گی میری آپ سے صرف اس ہاؤس کے توسط سے یہ اپیل ہے کہ اس کی تحقیقات کرائی جائے۔ اگر واقعی اس میں کوئی گڑبڑ ہے یا کوئی ایسی چیز ہمارے سامنے آتی ہے تو اس میں جو ملوث افراد ہیں اُنکے خلاف کارروائی ہو اور اُنکو واقعی سزا دی جائے۔ شکریہ۔

میڈم چیئر پرسن: اور کوئی ممبر اسکے بارے میں بات کرنا چاہتا ہے؟

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: بہت شکریہ جی۔ زیارتوال صاحب! میں اگر اس پر دو باتیں کروں اسکے بعد آپ بات کریں۔ Thank you so much۔ چیئر پرسن صاحبہ۔ یہ بہت اہمیت کی حامل قرارداد ہے۔ میں سمجھتی ہوں آج اگر ہم اس چیز کا رونا رو رہے ہیں کہ سی پیک اور یہاں جو human resources ہیں اُنکو

develop نہیں کیا تاکہ ہم اس targets کو meet کر سکیں۔ یا پھر یہ ہے کہ یہاں بیروزگاری کا خاتمہ ہو۔ اگر ہم (ٹیپٹیک) کی ہسٹری کو دیکھیں نوے کی دہائی۔ اس وقت اگر صحیح اپنے objective کو مد نظر رکھ کر وہ کام کرتا یہاں ووکیشنل ٹریننگ سنٹرز کو establish کر کے یہاں کے جو ہونہار جو بھی ہمارے youngsters ہیں، youths ہیں اُنکے اوپر توجہ دی جاتی انکی جو مضمی صلاحیتیں ہیں skills ہیں اُنکو اُبھارا جاتا تو آج شاید ہم بلوچستان کی بیروزگاری کا رونا نہیں روتے۔ آج ہم human resource کے نہ ہونے کا رونا نہیں روتے۔ میڈم اسپیکر! چاہے (ٹیپٹیک) ہو یا اسکے بعد BTEVTA تھا، بلوچستان ٹیکنیکل ایجوکیشن اینڈ ووکیشنل ٹریننگ اتھارٹی بنی۔ انکا کام وہ صرف اور صرف پیسوں کی غبن اور کرپشن کے علاوہ ہم نے بلوچستان میں کچھ بھی نہیں دیکھا۔ آپ اگر دیکھیں پورے بلوچستان میں کہاں ووکیشنل سنٹرز انہوں نے established کیئے ہیں؟ اُن ووکیشنل سنٹرز میں کتنے ہمارے نوجوانوں کو ٹرینڈ کیا ہے؟ اور اسکی بدولت کتنے نوجوان ابھی برسروزگار ہیں۔ اگر آپ انکی objective کو دیکھیں۔ اگر آپ انکا TOR ہے آپ اُسکو دیکھیں۔ اس کے بغیر اگر آپ موازنہ کریں تو result is nothing تو بلوچستان کے ساتھ وہ کھلواڑ ہر کوئی آکر، اتھارٹیز بنا کر نئے نئے فرمز بنا کر کے یا departments create کر کے یہ مزید بوجھ لادنے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ یہاں حکومتی جو نمائندے ہیں جو ذمہ داران ہیں۔ سرفراز گپٹی صاحب ہیں۔ میں انکی توجہ اس جانب ضرور مبذول کرواؤں گی سرفراز بھائی! یہ NEBTEC ہو یا BETEC، kindly آپ اسکا نوٹس لیں کہ اب تک بلوچستان کے اندر انہوں نے کتنی investment کی ہے، کروڑوں اور اربوں کے حساب سے پیسے آئے اور کرپشن کی نظر ہوئے کہیں ہمیں کوئی ٹیکنیکل سینٹر نظر نہیں آتا۔ تو پھر کہاں کاسی پیک، کہاں کا بلوچستان محرومیوں کا ازالہ کر رہے ہیں؟ میں سمجھتی ہوں کہ ہمیں پوری اسمبلی کو، حکومت کو seriously ان اداروں کو دیکھنا چاہیے۔ اگر ہم کہتے ہیں کہ سی پیک یہاں کامیاب ہو۔ ہم اگر کہتے ہیں کہ بلوچستان کے نوجوان باروزگار ہوں، یہاں سے غربت کا خاتمہ ہو۔ تو جو ادارے اس مقصد کیلئے بنائے گئے ہیں اُن کی efficeincy اور targets کو ہمیں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

Thank you so much

میڈم چیئر پرسن: جی زیارتوال۔

قائد حزب اختلاف: آپ لوگوں کی باتیں سب درست ہیں۔ میں قرارداد کے حوالے سے زیادہ اُس پر نہیں جاتا۔ صرف اتنا کہتا ہوں کہ سی پیک بنانے میں یا سی پیک میں جو skill labour ہیں، وہ مہیا کرنے، human resource کو develop کرنے، سرفراز بھائی! بات بنیادی طور پر یہ ہے کہ ہمارے پاس چھبیس TTCs

مختلف اضلاع میں موجود ہیں۔ وہ TTCs بند ہیں یا بند ہونے کے قریب ہیں۔ پھر اُس کے علاوہ BTEVTA ہے پھر یہ جو ادارہ بنا ہے۔ یہ ان کو سامنے رکھ کر اگر اس سے ہم اپنے human resource کو develop نہیں کریں گے، skill labours پیدا نہیں کریں گے تو میری اور آپ کی جگہ دوسرے لوگ آئیں گے جو بھی کمپنی ہوگی، جو بھی یہاں کام کریں گے اُن کو skilled technical labour چاہیے۔ جب skill labour آپ کے پاس نہیں ہونگے۔ آپ جلوس نکالیں آپ جلسہ کریں اور جو بھی کمپنی آئیگی اُس کو کام کی ضرورت ہے اور وہ کارخانہ دار کی حیثیت سے سرمایہ دار کی حیثیت سے جو investment کر رہا ہے اُس investment میں وہ اپنے فائدے کے لئے کام کر رہا ہے۔ اُس میں میرا اور آپ کا بھی فائدہ ہے۔ لیکن میرا اور آپ کا فائدہ اس لئے ناپید ہوتا جائیگا اگر ہم ان چیزوں پر نہیں جائیں گے توجہ نہیں دینگے۔ میں اسی فلور پر دو، تین مرتبہ TTCs کے حوالے سے بات کر چکا ہوں۔ اور وہ اب تک functional نہیں ہیں ہمارے TTCs اور ساتھ ہی یہ۔ تو بات بنیادی طور پر یہ ہے کہ ان سے کام لینا اور جو ادارے ہیں اس حوالے سے اس کام کیلئے اُن کو بلوانا، اُن کو بٹھانا، جو اسلام آباد میں ہیں اُن کے پاس جانا باقی کاموں کیلئے بھی ہم جائیں گے یہ بھی اُس میں شامل ہو، قرارداد کے طور پر کہ ہم اُس پر جا کے بات کریں کہ وہ skilled labours کے حوالے سے ہمارے ساتھ کیا کریں گے؟ سرفراز بھائی! چیزوں پر اگر سوچنے کی بات ہے تو اس میں بنیادی طور پر بات یہ ہے کہ پاکستان کو زیادہ سے زیادہ سے سرمایہ اور ڈالر اُن محنت کشوں کے ہاتھوں پاکستان آ رہا ہے جو ملک سے باہر محنت مزدوری کرتے ہیں۔ لیکن بد قسمتی ہماری یہ ہے کہ وہ جو غریب وہاں گئے ہیں اُن کے پاس بھی skilled labours نہیں ہیں۔ وہ عام لوگ ہیں انکے پاس صرف دو ہاتھ ہیں لیکن یہ ماہرانہ ہاتھ نہیں ہیں۔ تو بنیادی طور پر پھر آپ کا صوبہ اور سی پیک میں اگر سی پیک بن جاتا ہے وہ آپ کے صوبے کو روزگار دے سکتا ہے۔ بلکہ ملک کے مختلف حصوں سے لوگوں کو روزگار دے سکتا ہے بیروزگاری کا خاتمہ کر سکتا ہے۔ لیکن صورتحال یہ ہوگی کہ اُس میں کم از کم ہمارے پاس skilled labours موجود ہوں ہر حوالے سے۔ بجلی کے حوالے سے ہوں گیس کے حوالے سے ہوں، دوسرے، تیسرے جتنے بھی ٹیکنیکل کام ہیں یہ تمام کام اگر ہم اپنے لوگوں کو سکھائیں اور لوگوں کو اس کام کی طرف راغب کریں تو ہمارا یہ مسئلہ حل ہو جائیگا اور اُس میں اسلام آباد کے ساتھ جو بات کرنی ہوگی انشاء اللہ کریں گے۔ کمیٹی جب بن جائیگی وہ کمیٹی اس کو بھی وہاں اُٹھالے گی۔ اور ساتھ ہی میں ہاؤس سے یہ request کرتا ہوں کہ وہ قرارداد کو منظور کرے تاکہ ہم اس کام پر جائیں۔ ہم ہوں نہ ہوں لیکن کم از کم اس کام کا آغاز ہو سکے۔ thank you

میڈم چیئر پرسن: ہوم منسٹر صاحب! مذکورہ قرارداد پر حکومتی مؤقف بیان فرمائیں گے۔

وزیر محکمہ داخلہ و قبائلی امور: زیارتوال صاحب نے بہت تفصیل کے ساتھ اس پر بات کی ہے، حکومت کو کوئی اس پر اعتراض نہیں ہے جس طرح زیارتوال صاحب نے کہا اس کو پاس کیا جائے۔ اور جب کبھی کوئی کمیٹی بنی تو ہم اس کا حصہ ہونگے۔

میڈم چیئر پرسن: آیا مشترکہ قرارداد نمبر 113 منظور کی جائے۔ قرارداد منظور ہوئی۔

محترمہ رحمت جمالی صاحبہ اور حاجی محمد خان لہڑی رکن اسمبلی میں سے کوئی ایک محرک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 114 پیش کریں۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: ویڈیو لے کر کے دی جو کچھ بھی ہے، اسمبلی سے جواب ملا کہ چونکہ جو اسمبلی کا اجلاس ہوا تھا، وہ تاریخ نکالی گئی تھیں، ہم نے ریکارڈ کیا ہی نہیں ہے۔ کم از کم مجھے نہیں پتہ کہ گھنٹے کا، دو گھنٹے کا، تین گھنٹے کا۔ تو وہ ویڈیو ہمیں نہیں ملی ہے۔ پھر کسی نے جا کے personal کوشش کی کہ فلاں لکھتا رہتا ہے۔ فلاں وہ ہے۔ پھر وہ لکھے ہوئے سے translate کر کے ہمیں دیا گیا ہے۔ تو یہ اپنے اُسکو بولیں تاکہ اس سسٹم کو صحیح رکھا کریں۔ بات یہ نکلی کہ جو وزیر اعلیٰ کی جو بات ہو رہی تھی یا سینٹ کے جو الیکشن ہو رہے تھے۔ اُس وقت تاریخ نکالی گئی تھیں۔ اُس دن کے بعد کسی نے تاریخیں واپس ڈالنا گوارا ہی نہیں کیا۔ تو یہ آپ کے نوٹس میں ہونا چاہیے آپ کے سیکرٹریٹ کو ذرا پتہ ہونا چاہیے۔

میڈم چیئر پرسن: thank you سیکرٹری اسمبلی! اس پر پلیز وہ چیک کر لیجئے۔ جی محمد خان لہڑی صاحب۔
میر محمد خان لہڑی: مشترکہ قرارداد نمبر 114۔ ہر گاہ کہ نصیر آباد ڈویژن جو کہ ایک زرعی علاقہ ہے اور پورے بلوچستان میں سب سے زیادہ گندم کی فصل وہاں کاشت ہوتی ہے چونکہ نصیر آباد ڈویژن میں گندم کی فصل مارچ کے مہینے میں تیار ہوتی ہے اور اس کی کٹائی 25 مارچ سے شروع ہوتی ہے۔ گندم کی فصل تیار ہونے کے بعد حکومت گندم خریداری کا پلان بناتی ہے جبکہ ملک کے دیگر صوبے گندم کی خریداری سے متعلق گندم تیار ہونے سے پہلے اپنا پلان بناتے ہیں، اس وجہ حکومت بلوچستان ماہ مارچ کے بجائے جون میں گندم کی خریداری شروع کرتی ہے جس کی وجہ سے علاقے کے زمینداروں کو سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ گندم کی خریداری ماہ مارچ میں شروع کرنے کے لئے عملی اقدامات کرے۔ تاکہ علاقے کے زمینداروں کو درپیش مشکلات کا خاتمہ ہو سکے۔ شکریہ۔

میڈم چیئر پرسن: مشترکہ قرارداد پیش ہوئی۔ جی سرفراز صاحب۔

وزیر داخلہ و قبائلی امور: میڈم چیئر پرسن! پلیز گزارش سنیں۔ اس قرارداد میں صوبائی حکومت سے ریکوئسٹ

کر رہے ہیں۔ میں آئریبل ممبر سے یہ ریکوئسٹ کرتا ہوں کہ اس کو قرارداد کی شکل میں نہ لائیں۔ ہم یہ surety دینگے کہ ہم چیف منسٹر صاحب سے بات کریں گے۔ ہمارے جو adviser for food ہیں میری ضیاء لاگو صاحب اُن سے بھی بات کریں گے۔ کچھلی کا بینہ میں بھی اس پر in-length and detailed discussions ہوئی تھی کہ ہم نے اس کو کیا کرنا ہے۔ کیونکہ کچھلی wheat بھی ہمارے پاس پڑی ہوئی ہے۔ تو میری آئریبل ممبر سے گزارش ہے کہ اس قرارداد کو واپس لے لیں اور ہم اس پر discussion کریں گے چیف منسٹر صاحب سے۔

میڈم چیئر پرسن: میں ایک دفعہ یہ بتا دوں۔ مشترکہ قرارداد نمبر 114 پیش ہوئی۔ آپ اسی کے حوالے سے بولنا چاہتی ہیں۔ کیونکہ ہوم منسٹر صاحب! already بات کر چکے ہیں۔ میں پوچھنا چاہوں گی کہ آیا محرک حکومت کی یقین دہانی پر اپنی اس قرارداد کو واپس لیں گے۔

میر محمد خان لہڑی: کیونکہ میرے فاضل دوست نے کہا ہے کہ حکومت نے یقین دہانی کرائی ہے کہ آپ یہ قرارداد واپس لے لیں ہم سی ایم صاحب کے ساتھ بیٹھ کے آپ کے علاقے کا یہ اہم مسئلہ حل کرائیں گے۔ لہذا میں اپنی قرارداد واپس لے لیتا ہوں۔

میڈم چیئر پرسن: ہوم منسٹر کی یقین دہانی پر mover نے اپنی قرارداد واپس لی ہے۔ چنانچہ مشترکہ قرارداد نمبر 114 نمٹا دی جاتی ہے۔

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: اس میں میڈم اسپیکر! صرف ایک چھوٹی سی بات میں اگر کروں۔ بینک قرارداد جو واپس لے لی۔

میڈم چیئر پرسن: چونکہ mover اُس سے satisfied تھا اس وجہ سے۔

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: میڈم اسپیکر! اس میں چھوٹے زمینداروں کا استحصال ہوتا ہے۔ بڑے زمیندار اُس کو زیادہ capture کرتے ہیں، چھوٹے زمینداروں کیلئے جو مقصد ہم نے بنایا ہوا ہے بالکل اُس کا مقصد من و عن حاصل نہیں ہو رہا ہے۔ میری حکومتی پنچر سے یہ استدعا ہے کہ یہ جو permanent ایک طرح سے اسمیں جو کرپشن کا عنصر آپ دیکھیں اور جو real beneficiaries ہیں اُن کو فائدہ نہیں ہے اس چیز کو ensure کریں۔ باقی قرارداد واپس لی ہے اچھی بات ہے لیکن اس کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔

میڈم چیئر پرسن: مہربانی۔ جی بابت لالا۔

جناب عبید اللہ جان بابت: پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔ یہ جو کریم نوشیروانی صاحب نے اُسی دن اخبار میں بھی بیان دیا تھا۔ جو ایک سائز کی نوکریاں ہیں میں نے ڈی جی سے پوچھا کہ بھائی! یہ جو نوکریاں ہیں یہ تو وزیر صاحب

کہہ رہے ہیں کہ ڈی جی اور سیکرٹری نے کیا ہے۔ یہ جو appointments ہوئی ہیں ایکسٹرنل ڈیپارٹمنٹ میں۔ اُس میں تو میرٹ کا بالکل سرے سے کوئی نام ہی نہیں ہے۔ ابھی وہ پوسٹیں ہیں پتہ نہیں کہ انہوں نے جو لوگوں کو لگایا ہے۔ سب لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا ذاتی سودا کر کے یہ نوکریاں لی ہیں۔ ابھی یہ جو ہمارے لوگ ہیں، عوام ہیں، غریب لوگ ہیں جو ٹیسٹ اور انٹرویوز دیتے ہیں۔ ہماری جو حکومت تھی اُس وقت جو انٹرویوز ہوئے تھے جو بھی ہوا تھا اُن سب کو ختم کیا۔ ابھی جو دوسرے ڈیپارٹمنٹس ہیں۔ مثلاً جنگلات میں آرڈر زرو کے گئے۔ لائیو سٹاک میں روکے گئے۔ بی اینڈ آر میں جو نوکریاں ہیں اُس کا کوئی پرسن حال نہیں ہے۔ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ یہ حکومت appointment نہیں کر سکتی ہے۔ لیکن ابھی جو موجودہ حکومت ہے تو خود مشیر صاحب ایکسٹرنل کے جو ذمہ دار ہیں کریم نوشیروانی صاحب، انہوں نے فلور پر بھی بولا ہے اور اخبار میں بھی بیان دیا ہے۔ ابھی تک حکومت اس کا کوئی نوٹس نہیں لے رہی ہے۔ اس کے لئے کمیٹی بنائی جائے۔ ڈی جی پر الزام لگ رہا ہے اور ڈی جی کہہ رہا ہے کہ مجھے باقاعدہ طور پر ابھی ہمارے چیف منسٹر صاحب کے 20 لوگ لگے ہیں۔ یہ کونسا انصاف ہے؟ انہوں نے تو کہا تھا کہ یہ جو سابقہ حکومت تھی وہ بالکل میرٹ نہیں کر رہی تھی۔ ابھی چیف منسٹر کے 10 لوگ لگے ہیں، اسی طرح دوسرے حلقوں میں دس دس، جو نام اُن کے منظور نظر تھے اُن کو دیا ہے بقایا جو ہمارے حلقے ہیں وہاں باہر سے لوگوں کو لا کر وہاں لگایا ہے۔ تو میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اس کیلئے کمیٹی بنائیں اور دوسری جو پوسٹیں ہیں۔ ابھی دیکھیں! پوسٹوں کا کورٹ میں لوگ گئے ہیں۔ ابھی ہمارے لائیو سٹاک کی باقاعدہ سب چیزیں process ہو گئیں۔ بھائی! یہ حکومت ابھی آئی ہے اور ساری پوسٹیں روکی ہیں۔ اس طرح جنگلات کی۔ ابھی نئے نام ڈال رہے ہیں۔ نئے نام ابھی آپ کیسے ڈالیں گے؟ ”بس میرے لوگ نہیں تھے، ابھی میں ڈلوانا چاہتا ہوں“ نہ ٹیسٹ دیا ہے، نہ انٹرویو دیا ہے۔ اس طرح تمام ڈیپارٹمنٹس میں ہو رہا ہے۔ تو اس کے لئے کمیٹی ہونی چاہیے۔ یہ جو عوام کا مسئلہ ہے لوگوں کے روزگار کا مسئلہ ہے۔ اس صوبے میں بہت زیادہ غربت ہے۔ لوگ اس طرح ہیں مگر ابھی دیکھیں! یہ شکایت بھی آرہی ہے اگر کوئی ناراض ہوتا ہے یا نہیں، یہ شکایت آرہی ہے کہ پوسٹیں باقاعدہ یک رہی ہیں۔ باقاعدہ یہ میں کہتا ہوں لوگ کہتے ہیں۔ ابھی آپ سیکرٹریٹ کی حالت دیکھیں جو پہلے دور میں تھی سیکرٹریٹ میں لوگوں کا تھوڑا بہت خیال تھا کہ یہاں تک ہماری کوئی رسائی ہوگی۔ ابھی سیکرٹریٹ میں ایسا ہے جیسا کہ فیو لگا ہوا ہے نہ کوئی منسٹر آتا ہے نہ کوئی کرسی پر بیٹھتا ہے۔ یہی حال ابھی اسمبلی کا آپ دیکھ لیں۔ یہ اسمبلی ہے میں۔۔۔ (مدخلت) آپ تو ہمارے ساتھی تھے ہماری حکومت کے، آپ کدھر سے بول رہے ہیں مڑا؟ آپ تو ہمارے ساتھ حکومت میں تھے گیلو صاحب منسٹر، ہم نہیں تھے مگر منسٹر یہ تھا۔

میں کہہ رہا ہوں جو point ابھی raise ہوا ہے، یہ نوکریوں سے متعلق، اس پر serious میں آپ سے ریکونسٹ کروں گا کہ آپ ایک کمیٹی بنائیں، excise پر، forest پر، لائیو اسٹاک پر، جو دیگر معاملات ہوئے ہیں، جتنا بھی اس پر آپ فوری طور پر اس ہاؤس کی رائے لے لیں۔ جو ہاؤس کی اکثریت ہوگی اُس پر آپ کمیٹی بنائیں لیڈر آف دی اپوزیشن کی سربراہی میں، اُس پر کمیٹی اس ہاؤس میں رپورٹ لائے۔

محترمہ چیئر پرسن: جی خالد لانگو صاحب!

میر خالد لانگو: thank you madam، میں یہ point of order پر ہوں۔ میڈم چیئر پرسن! میں نے گزارش یہ کرنی تھی کہ یہ کوئی چھلی گورنمنٹ میں یہ سکندر آباد کے نام سے ایک نیا ڈسٹرکٹ بنا جو کہ پہلے ہمارے ڈسٹرکٹ قلات کا حصہ تھا۔ اچھی بات ہے نیا ڈسٹرکٹ بنا لوگوں کو سہولیات ملتی ہیں۔ لیکن اس میں ہمارے ساتھ ایک مسئلہ یہ ہوا ہے کہ پہلے فرض کریں یہ میڈیکل کالج یا یہ BRCs یا کیڈیٹ کالج کے لیے جو صوبے کے حوالے سے جو ہمارے ڈسٹرکٹ کی سیٹیں تھیں، پہلے ڈسٹرکٹ قلات کی 2 سیٹیں ہوتی تھیں ہر کیڈٹ کالج کے لیے یا بی آر سی کے لیے، تو اب جو یہ نیا ڈسٹرکٹ بنا۔ تو اب ہمارے ساتھ یہ کیا گیا ہے کہ ہمارے ڈسٹرکٹ کا ہی ایک سیٹ اُن کو دیا گیا اب پورے ڈسٹرکٹ میں میڈم چیئر پرسن! ڈسٹرکٹ قلات جو کہ بہت بڑا ڈسٹرکٹ ہے قلات اور خالق آباد subdivision پر مشتمل ہے اب ایک سیٹ کر دی گئی ہے جو کہ سراسر نا انصافی ہے۔ تو قائد ایوان صاحب تو نہیں ہیں، ماما گیلو بیٹھے ہیں، میڈم دونوں بیٹھی ہیں، بحیثیت گورنمنٹ اُن سے میں یہ گزارش کروں گی کہ فلور آف دی ہاؤس یہ گزارش ہے ہماری، وہ سرکار ہیں کہ ہمارے اس مسئلے کو حل کریں یا پھر آپ سے میں گزارش کروں گا کہ آپ اس پر ایک رولنگ دیں کہ یہ ہماری جو سیٹیں تھیں صرف دو سیٹیں ہی ہیں لیکن اُس کو بھی ایک کر دیا گیا ہے جو کہ سراسر نا انصافی ہے۔ تو اس پر میں گزارش کروں گا کہ حکومت وضاحت پیش کریں اور اس پر میں ان سے یقین دہانی کی گزارش کرتا ہوں یا پھر آپ مہربانی کر کے رولنگ دیں۔ thank you۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: مہربانی چیئر پرسن صاحبہ! جو ہمارے میر خالد خان لانگو نے آج جو point raise کیا ہے انشاء اللہ ہم اس کو دیکھیں گے جو پہلے اس کی دو سیٹیں تھیں انشاء اللہ ہم کوشش کریں گے کہ پہلے کی وہ دو سیٹیں دلا دیں۔

محترمہ چیئر پرسن: thank you۔ جی ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: یہ بات آگے لے جاتے ہوئے، یہ جو کہتے ہیں کہ نوکریوں کی بندر بانٹ ہے یا اُس کی خرید و فروخت ہے۔ جو advisor خود confess کرتے ہیں اس کا serious notice لینا چاہیے لوگوں

کا یہ خیال ہے بعض ممبروں کا یہ خیال ہے مادر، پدر آزاد ہے جو مرضی ہم کریں۔ وہ میں cabinet وزیر کا مشکور ہوں، ہمارے district کے بڑے cases لے کر گئے تھے، سات آٹھ نو، یا بارہ کہ جی یہ جو ان کے projects ہیں اسکیمیں ہیں جو پارلیمنٹ سے approved ہیں، cabinet سے approved ہیں اس کو میرے حلقے میں shift کر کے تاکہ میں کالج کے فنڈز کو نالیوں اور پائپوں میں تقسیم کروں یا فلاں کروں انہوں نے resist کیا ہے، I must confess۔ ابھی ہم لوگوں نے ایک BRC college دیا ہے PB 12 کو آپ نوٹ کریں۔ وہاں جو صوبائی اسمبلی کا ممبر ہے، وہ زمین نہیں دے سکتا ہے۔ تو سرکاری بیورو کریسی کو ڈپٹی کمشنر کو تحصیلدار کو پٹواری کو بلیک میل کر رہا ہے کہ میری گورنمنٹ ہے، اُس زمین کا وہ سروے کرو۔ یہ کالج PB 13 میں جانا چاہیے۔ اس کو controversial کر رہا ہے اختلافات بنیں گے۔ میں نے جا کر اُس سے بات کی secretary higher education سے۔ اُس نے کہا ”کہہ بھی! ہم تو یہ کر ہی نہیں سکتے ہیں“ آج میں نے education minister سے بات کی اُس نے کہا ”کہہ وہ تو بلیک میلنگ کر رہا ہے لیکن ہمارے افسروں کو کر رہا ہے میں نہیں ہونے دوں گا“ تو آپ اس کا serious notice لیں تاکہ اُس بیورو کریسی کو سیکورٹی کون دے گا؟ یہ آپ کی ذمہ داری ہے، as a کسٹوڈین آف دی ہاؤس اور چیف سیکرٹری کی ذمہ داری ہے، وہ تو اللہ کے فضل سے آتا ہی نہیں ہے۔ کہ پی اینڈ ڈی میں ہو سکتا ہے کہ strike جیسا عمل ہے۔ strike جیسے معاملات ہیں۔ تمام آفسران جو سو سے کچھ کم ہونگے، وہ گریڈ 21 سے لے کر گریڈ 6 تک کسی private آدمی کو جو ابده ہیں مولانا صاحب کا بھائی ہے اُدھر بٹھایا ہے۔ وہ بیچارے اپنی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ تمام پی ایس ڈی پی کا معاملہ اُسکے ساتھ کر رہا ہے۔ اور وہ جو P&D کا بندہ وہ وہ visitors room میں بیٹھا ہوا ہے۔ تو مولانا صاحب سے بھی میں نے بات کی۔ کہتا ہے ”نہیں نہیں کبھی نہیں بیٹھا ہے“۔ ہم بھی قسمیں اٹھا کر کہتے ہیں، public بھی قسمیں اٹھا کر کہتی ہے ”کہہ مولانا صاحب کا بھائی بیٹھا ہے“۔ مولانا صاحب بھی قسمیں اٹھا کر کہتے ہیں کہ میں نے نہیں بٹھایا ہے۔ اس کا نوٹس لیا جائے، ہماری گورنمنٹ کی صوبے کی پشتون، بلوچ روایات کی کہ جی ہم برسر اقتدار بھی ہیں اور اپوزیشن میں بھی ہیں۔ اپوزیشن کی پیٹوں پر بیٹھا ہوتا ہے، اُدھر تو تو اُدھر میں میں۔

محترمہ چیئر پرسن: ٹھیک ہے آپ کا point آگیا۔ جی قائد حزب اختلاف!

قائد حزب اختلاف: میڈم چیئر پرسن صاحبہ! میں جس نکتہ پر جا رہا ہوں، point of order، یہاں مجھ سے پہلے عبدالرحمن کھیتراں صاحب نے یہ بات رکھی کہ پاکستان میں سارے لوگ public representatives کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ اور public representatives پر سب کچھ کا الزام لگا

رہے ہیں۔ میڈم چیئر پرسن! شیخ رشید نے بیان دیا اور کہا کہ judicial martial law ہونا چاہیے۔ میں فلور پر سخت ترین الفاظ پر اس کی مذمت کرتا ہوں۔ یہ وہ شخص ہے جس نے ضیاء الحق کے ساتھ مل کر اس پورے خطے میں، جس کو اُس وقت جہاد کہا جاتا تھا، آج فساد کہہ رہے ہیں، یہ فساد پھیلانے والوں میں شیخ رشید شامل تھا۔ اور آج تک اس میں شامل ہے۔ یہ جہاں بھی ہماری وہ ہے، جلسے میں کہا ”کہ میں پارلیمنٹ پر لعنت بھیجتا ہوں“۔ اور اُس کے علاوہ اُس نے بھی اور عمران خان نے بھی یہ کہا، میڈم! میں یہ بات اس لیے یہاں رکھ رہا ہوں کہ public representative متقنہ assemblies, parliament, senate اقتدار انکے ذریعے سے ہوگی، میرا احتساب بذریعہ عوام کے ووٹ سے ہوگا۔ اور کسی بھی شخص کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ وہاں سے اُٹھ کر میرا احتساب کرنا شروع کر دے۔ میں جاؤں گا عوام میں اور عوام سے رائے لوں گا۔ اگر وہ مجھے دوبارہ منتخب کرتے ہیں میں آؤں گا۔ نہیں منتخب کرتے ہیں میں اپنے گھر چلا جاؤں گا۔ یہ دنیا میں طریقہ ہے، احتساب بذریعہ انتخاب ہے۔ اب احتساب کس طریقے سے ہو رہا ہے؟ اور کون لوگ کر رہے ہیں؟ اور تمام TV s پر، تمام channels پر 24 گھنٹے ایک ہی شیخ رشید ہے۔ اور وہ کہتا کیا ہے کہ martial law، martial law نہیں لگاتے ہیں، اُن لوگوں کی مہربانی، جو ڈیشل مارشل لاء ہونا چاہئے۔ اب سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کو نوٹس لینا چاہیے۔ اُس کی وضاحت سے میں مطمئن نہیں ہوں۔ اُس کو نوٹس لینا چاہیے کہ Judicial, what do you mean by judicial martial law?۔ سپاہی کا قانون۔ یہ عدالت کیسے لاگو کر سکتا ہے؟۔ اُس شخص سے باز پرس کیوں نہیں کرتے ہیں کہ آپ نے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں کس dictionary سے استعمال کیے ہیں، تم خود ان الفاظ کے معنی کو جانتے ہو؟ نہیں جانتے ہو تمہاری حیثیت، تمہاری پارٹی، تمہارے کام، وہ جس طریقے سے بھی ہیں، ایک انسان کی حیثیت سے۔ لیکن کم از کم آپ کو پاکستان کے بائیس، تیس کروڑ عوام کی رائے کو، مذمت کرنا یا اُس پر لعنت بھیجنا، اس کی اجازت ہم آپ کو نہیں دیں گے۔ ہم مذمت کریں گے شیخ رشید کی، اُس کی statement کی اور اُن کی ان باتوں کی۔ اور جو اُس نے پارلیمنٹ پر جو لعنت بھیجا ہے، وہ لعنت اُسی پر ہو۔ پارلیمنٹ پر کوئی لعنت نہ ہو۔ ہاں میں صرف اتنا آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں، ہاؤس کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ جمہوریت ایسی نہیں ہے۔ امریکا آج بھی کہہ رہا ہے کہ ہماری جمہوریت نامکمل ہے، برطانیہ آج بھی کہہ رہی ہے کہ ہماری جمہوریت میں خامیاں ہیں۔ ہماری جمہوریت رہی کہاں۔ دو دو سال کے بعد changes تین تین سال کے بعد changes بمشکل سے پچھلی گورنمنٹ نے بھی اس صوبے میں پانچ سال پورے نہیں کیے۔ اب کی باری جس طریقے سے ہوا، اس پر میں نہیں جاتا۔ وہ پانچ سال یا دس سال، یا پندرہ سال، یا بیس سال بمشکل سے جو

جمہوریت رہی ہے اُس کے سر پر جو تلوار اگر لٹکی ہوئی ہے، یہ چیزیں اگر اس طریقے سے ہوں تو ہم اپنی چیزوں کو ٹھیک کرنے جائیں گے۔ اور اس ہاؤس سے ٹھیک کر کے جائیں گے۔ شکر یہ۔

جناب عبید اللہ جان بابت: لانگو صاحب بھی مہربانی کریں، ہم لوگ کورم نہیں توڑیں گے، وہ چلے جائیں سارے چلے گئے ہیں۔

میڈم چیئر پرسن: زیارتوال صاحب! آپ کا point آ گیا۔

قائد حزب اختلاف: ہم آپ سے مخاطب ہونگے، انسان اگر نہیں ہیں تو دیواروں سے مخاطب ہیں۔

میڈم چیئر پرسن: زیارتوال صاحب! آپ کا point آ گیا، بالکل، اس سے پہلے بابت صاحب نے

جو بات کی تھی، اپنے concerns show کیے تھے، اُس کے بارے میں میں یہ کہوں گی کہ بابت

صاحب، نصر اللہ زیرے صاحب، ڈاکٹر حامد صاحب اور کریم نوشیروانی صاحب کو اسپیکر چیئر میں بلائیں گے تاکہ یہ

آپس میں اس کو discuss کر سکیں۔ اور اُس کے بعد final اس پر step اٹھایا جاسکے۔ اب اسمبلی کا اجلاس بروز

منگل مورخہ 27 مارچ 2018ء بوقت شام 4:00 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس شام 07 بجکر 45 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)

☆☆☆